چیف ایڈیٹر کے قلم سے

یوجنا

شمال مشرق میں ترقی کا احیا

جب بھی شمال مشرق کا ذکر ہوتا ہے، ذہن میں قاضی رنگا کے گینڈے، میگھالیہ کے برستے بادل، بانس کی دست کاری اور خوشنما کپڑے، باغات اور چائے کے باغان گھومنے لگتے ہیں۔ ہمیں شمال مشرق سے تعلق رکھنے والے اپنے اسکول اور کالج کے دوست یاد آتے ہیں جو ہمارے ہم جماعت اور ہم رکاب ہوا کرتے تھے۔

لیکن شمال مشرق محض ایک خوش کن سیاحتی مقام، شاندار ہینڈلوم اور دست کاری یا اس کے دوست نواز عوام کے لئے ہی مشہور نہیں بلکہ اس علاقے کی اپنی منفرد پہچان ہے۔ اپنی منفرد پہچان اور علاحدہ جغرافیائی حیثیت کی وجہ سے یہ ملک کے قومی دھارے سے الگ ہے۔ شمال مشرق کی سات بہنیں اور سکم کی اپنی علاحدہ ثقافت اور شناخت ہے جو ہندوستان کے دیگر حصوں سے الگ ہے۔ یہ آٹھ ریاستیں یعنی آسام، میگھالیہ، تری پورہ، میزورم، ناگالینڈ، اروناچل پردیش، منی پور اور سکم کا منصوبہ سازی میں بھی اپنا منفرد مقام ہے۔ ان کا بجٹ میں رقوم کی تفویض اور بنیادی ڈھانچہ سازی میں بھی اپنا منفرد مقام ہے۔ بجٹ میں رقوم کی تفویض، بنیادی ڈھانچہ سہولیات اور ترقیاتی پروجیکٹ اس پورے علاقے کے لئے ایک ساتھ بنائے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے اس علاقے کا منفرد اور ملک کے دیگر حصوں سے الگ ہونے کا تاثر ملتا ہے۔

اپنی جغرافیائی حیثیت اور مختلف تاثر کی وجہ سے یہ علاقہ پسماندگی اور مختلف شعبوں میں معقول ترقی کے فقدان سے دوچار ہے۔ زرعی پیداوار میں کمی، بینک سے قرض کی فراہمی میں کمی، معقول صنعتی بنیاد کا فقدان، بنیادی ڈھانچے سہولیات کی عدم دستیابی وغیرہ سے اس کی اگلی ترقی مسدود ہوکر رہ گئی ہے۔ ایک مدت سے حکومتیں ایسے اقدامات کررہی ہیں جن سے شمال مشرق میں متوازی ترقی ہوسکے۔ موجودہ حکومت کی لک اسٹیٹ پالیسی کو زیرعمل لانے کے عزم نے اس علاقے کی امیدوں کو جلا بخشی ہے۔ میگھالیہ میں مندی پتھر سے آسام میں گوہاٹی تک ٹرین سروس کا آغاز اور سی این جی سی تری پورہ کمپنی لمیٹڈ کے بجلی گھر کے یونٹ II کا قوم کے نام وقف کرنا، آسام میں ڈھولا-سعدیہ 9.15 کلومیٹر ہندوستان کا طویل ترین پل اور آئی آئی ٹی گوہاٹی وغیرہ کے سنگ بنیاد سے شمال مشرق میں ترقی کو رفتار ملی ہے۔ شمال مشرق کے بجٹ میں اضافہ کیا گیا ہے اور اب یہ تقریباً 48000 کروڑ روپے ہے۔

شمال مشرق میں زراعت اہم ذریعہ معاش ہے۔ البتہ زرعی پیداوار میں کمی اور کاشت کاری کے جھوم (Jhum) جیسے روایتی طریقہ کار کی وجہ سے اس علاقے میں زندگی بسر کرنا دشوار ہوگیا ہے۔ اس صورت حال سے نبرد آزما ہونے کے لئے حکومت نے 1290 کروڑ کی لاگت سے نیا قومی بانس مشن شروع کیا ہے جس سے بانس کی مجموعی ترقی کو فروغ ملنے کی توقع ہے۔

اس علاقے کی ترقی میں رابطہ کاری بھی ایک اہم رکاوٹ ہے۔ ریل اور سڑک رابطوں کا فقدان اور فضائی خدمات نہ کے برابر ہیں جس کی وجہ سے معیشت کی رفتار سست ہوگئی ہے کیوں کہ اشیاء اور خدمات کی یہاں سے ملک کے دیگر حصوں میں آمد و رفت دشوار ہے۔ حکومت نے اس علاقے میں بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کی ترقی کے لئے بجٹ میں خاطر خواہ رقوم فراہم کی ہیں۔ اس علاقے میں ریل رابطوں کے فروغ کے لئے گزشتہ چار برسوں میں 5886 کروڑ روپے مختص کئے ہیں۔ پلوں اور نئی سڑکوں کی تعمیر کے لئے نو لاکھ کروڑ روپے جو 2014 تا 2019 تک خرچ کئے جائیں گے اور اس علاقے میں 50 ہوائی اڈوں کے احیاء کے لئے 104 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ ان اقدامات سے شمال مشرق کے رابطے نہ صرف ملک کے دیگر حصوں سے مستحکم ہوں گے بلکہ ہمسایہ ممالک جیسے میانمار، بھوٹان اور بنگلہ دیش سے بھی بہتر ہوں گے۔ اس علاقے میں جاری بجلی پروجیکٹ کے لئے 1292 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں جب کہ یہاں شمسی بجلی گھروں کی تعمیر کے لئے 234 کروڑ روپے کی اضافی رقم دی گئی ہے۔

تعلیم اور ہنرمندی کی ترقی کے فقدان کی وجہ سے اس علاقے کے نوجوان ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ وہ ملک کے دیگر حصوں میں جاکر تعلیم اور تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح روزگار کے مواقع کی کمی بھی نوجوانوں کو دوسری جگہوں پر ملازمتیں تلاش کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ امپلائمنٹ جنریشن مشن اور آسام میں آسام اسٹیٹ لائیولی ہڈ مشن، میگھالیہ اسٹیٹ اسکل ڈیولپمنٹ سوسائٹی وغیرہ جیسے اقدامات کے تعارف سے شمال مشرق میں نوجوانوں کو روزگار کے حصول کے لئے نئے مواقع فراہم ہوئے ہیں۔ اس کا مقصد علاقے سے ان کی ہجرت پر قدغن لگانا ہے۔

اس علاقے کی خواتین روایتی استبداد کی شکار ہیں۔ انکا نہ تو خاندان میں کوئی مقام ہے اور نہ ہی مالی معاملات میں کوئی شراکت۔ اپنی مدد آپ گروپوں کے توسط سے اس علاقے کی خواتین کو بااختیار بنانے میں مدد ملی ہے۔ اوپری علاقوں میں شمال مشرقی علاقے میں طبقاتی وسائل انتظام کے پروجیکٹ (این ای آر سی او ایم پی) اور قدرتی وسائل کے انتظام کے گروپ (این اے آر ایم جی) وغیرہ نے اس علاقے میں خواتین کو بااختیار بنانے میں مدد کی ہے۔

سماج کے تمام طبقوں کی ترقی کے لئے اٹھائے گئے اس طرح کے اقدامات اور شمال مشرق کو قومی ترقیاتی عمل کا حصہ بنانے سے اس بات کی یقین دہانی کی گئی ہے کہ شمال مشرق کے لوگوں کو ملک کے دیگر حصوں سے نہ تو ترقی کے لحاظ سے اور نہ ہی ثقافت کے لحاظ سے الگ تھلگ تصور کیا جائے گا۔

سی کے داس

شمال مشرق میں اجتماعی ترقی:

مسائل اور مستقبل کی راہ

ہندوستان کے شمال مشرقی علاقے میں جس کو عرف عام میں شمال مشرق کہا جاتا ہے، آٹھ ریاستوں پر مشتمل ہے۔ یہ ریاستیں ہیں ارونا چل پر دیش، آسام، منی پور، میگھالیہ، میزورم، ناگالینڈ، سکم اور تری پورہ ہیں اور ان کا کل رقبہ 262179 مربع کلومیٹر ہے۔ یہ رقبہ ہندوستان کی چند بڑی ریاستوں مثلاً راجستھان، مدھیہ پردیش اور مہاراشٹر کے جغرافیائی رقبے سے کم ہے۔ شمال مشرق ملک کے دیگر حصوں سے سلی گوڑی کے قریب ایک تپلی سی راہداری جسے چکن نیک (chicken neck) کہتے ہیں، سے جڑا ہے۔ شمال مشرق پانچ بیرونی ممالک سے گھرا ہے۔ ان ممالک میں بنگلہ دیش، بھوٹان، چین، نیپال اور میانمار شامل ہیں۔ یہاں کا تقریباً 35 فی صد علاقہ میدانی علاقہ پر مشتمل ہے جو بیشتر تین برہم پتر، بارک اور امپھال وادیوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ علاقہ پہاڑی ہے۔ شمال مشرق کا تقریباً تین چوتھائی علاقہ ایسا ہے جس کی اراضی کی مالیت کا اندازہ لگانے کے لئے سروے نہیں کیا گیا ہے۔ بنا سروے کے اس بڑے علاقہ میں اراضی ریکارڈ اور اراضی کی نجی ملکیت کے بارے میں مصدقہ اور معقول ریکارڈ دستیاب نہیں ہے۔

مصنف شمال مشرقی کونسل کے رکن ہیں۔
ck.das09@gmail.com

شمال مشرق میں رقبہ کے مقابلے گزشتہ صدی کے اوائل سے آبادی میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ 1901 میں جب ہندوستان کی آبادی 29 کروڑ سے زیادہ تھی، شمال مشرق کی کل آبادی محض 44 لاکھ تھی۔ 2011 میں شمال مشرق کی آبادی بڑھ کر 450 لاکھ ہوگئی جب کہ ہندوستان میں بڑھ کر 156 کروڑ ہوگئی (ہندوستان کی 121 کروڑ اور پاکستان 18 کروڑ اور بنگلہ دیش 17 کروڑ)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 1901 سے 2011 کے درمیان ہندوستان کی آبادی میں 5.4 گنا اضافہ ہوا جب کہ شمال مشرق کی آبادی میں دس گنا سے زیادہ اضافہ ہوا۔ ملحقہ علاقوں سے نقل مکانی کی وجہ سے شمال مشرق کی آبادی اتنی بڑھ گئی کہ آبادی کے لحاظ سے آراضی کی شرح ایک ایکڑ رہ گئی۔

شمال مشرق کا خاکہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک کہ یہاں ہونے والی سب سے زیادہ بارش اور دنیا میں سب سے بڑی ندی برہم پتر اور اس کی اہم معاون ندیوں کا ذکر نہ کیا جائے جن کی تعداد مشرق میں 70 سے زیادہ ہے۔ یہاں سالانہ بارش کی اوسط شرح ڈھائی ہزار ملی میٹر سے زائد ہے۔ برہم پتر ندی کے سائز کے مقابلے وادی بہت تنگ ہے۔ بہت زیادہ بارش، ندیوں کے طاس (برہم پتر اور بارک) کے بڑے سائز اور تنگ وادیوں کی وجہ سے یہ علاقہ سیلابوں، زمین پھٹنے، زمین کھسکنے اور بڑے پیمانے پر ریت جمع ہوجانے کی وجہ سے شمال مشرق میں زرعی اراضی یا قابل کاشت اراضی کا بڑے پیمانے پر زیاں ہو رہا ہے اور اس علاقے میں فی کس اراضی کا سائز کم ہو رہا ہے۔

مانا جاتا ہے کہ 1950 کے بھیانک زلزلے (ریختر پیمانے پر 8.5 شدت) کے بعد آسام میں سیلابوں اور زمین کی فرسودگی میں اضافہ ہوا ہے اور اب تک ریاست میں چھ ہزار مربع کلومیٹر سے زیادہ اراضی ندیوں کے کٹاؤ کی وجہ سے ضائع ہوگئی ہے۔ اس سے ریاست میں لاکھوں لوگ بے گھر ہوگئے ہیں۔ اس علاقے میں زمین کے کٹاؤ سے متاثر ہونے والے افراد کی باز آبادکاری اور زمین کے کٹاؤ کو قدرتی آفت کے زمرے میں لانے اور ان متاثرین کو معاوضہ فراہم کرائے جانے کی فوری ضرورت ہے۔

ملک کی تقسیم کے وقت ان قدرتی آفات اور نقل مکانی کے مسئلے کے باوجود شمال مشرق کی اقتصادی صورت حال ملک کے دیگر حصوں کے مماثل تھی۔ لیکن 1949 کے بعد سے اہم تاریخی واقعات کے شمال مشرق کی صورت حال میں ڈرامائی تبدیلی پیدا کردی اور متعدد شعبوں میں اس کی ترقی مسدود ہوگئی۔ یہ واقعات مندرجہ ذیل ہیں:

اے۔ ملک کا بٹوارہ: شمال مشرق کو جوڑنے والی اہم سڑکوں، ریل اور آبی راستے اچانک مفقود ہوگئے۔

بی۔ 1962 کا چینی حملہ: جب چین کی فوج ارونا چل پردیش (اس وقت کا نام نیفا تھا) میں داخل ہوئی اور پھر خود وہاں سے نکل گئی۔ اس واقعہ سے کچھ نجی سرمایہ کاروں کے ذہن میں صحیح یا غلط یہ سوال اٹھا کہ شمال مشرق میں بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کے لئے کچھ

وقت انتظار کرنا چاہئے۔

سی۔ 1971 کی بنگلہ دیش کی جنگ آزادی: جب بنگلہ دیش سے کروڑوں پناہ گزیں شمال مشرق میں داخل ہوگئے۔ اگرچہ زیادہ تر پناہ گزین واپس بنگلہ دیش چلے گئے لیکن ظاہراً ایسا لگتا ہے کہ بنگلہ دیش کی سرحد سے متصل شمال مشرقی ریاستوں میں اراضی اور آبادی کے تناسب میں نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ گزشتہ صدی کے دہے کے آخر سے آسام، میگھالیہ، تری پورہ اور منی پور ریاستوں میں دراندازی کا مسئلہ شروع ہوگیا۔ گزشتہ صدی کی پچاس ویں اور ساٹھویں دہائی میں دراندازی نے ناگالینڈ اور میزورم ریاستوں کو بھی متاثر کیا تھا۔ لیکن اب مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی طرف سے اٹھائے گئے متعدد اقدامات کے سبب اس علاقے میں دراندازی کوئی تشویش ناک مسئلہ نہیں رہا ہے۔

گزشتہ تقریباً چار دہوں میں ان ہزاروں تارکین وطن جنہوں نے حکام کے آگے خود سپردگی کی ہے، ان کی باز آبادکاری بھی شمال مشرق کے لئے اہم مسئلہ ہے۔

اگرچہ شمال مشرق کے اصل باشندوں کی آبادی تین کروڑ سے بھی کم ہے۔ لیکن ان میں تقریباً 100 ایسے گروپ ہیں جن کی فی گروپ آبادی بیس ہزار سے بھی کم ہے۔ متعدد چھوٹے گروپ تو بالکل ندارد ہونے کے خدشے سے دوچار ہیں۔

مندرجہ بالا قدرتی اور تاریخی مسائل کے علاوہ شمال مشرق کو درپیش دیگر اہم مسائل درج ذیل ہیں:

اے۔ زرعی پیداوار کی کمی (تقریباً 2000 کلو گرام چاول فی ایکڑ) اس علاقے کی اہم فصل چاول (دھان) ہے۔

بی۔ زیر کاشت زمین کی کمی (تقریباً 1.5)

سی۔ زیر آبپاشی اراضی کا فقدان۔

ڈی۔ کیمیاوی کھاد کا کم استعمال۔

ای۔ بینکوں سے قرض کی فراہمی کا فقدان۔ شمال مشرق میں قرض اور جمع رقوم کا تناسب پچاس فی صد سے کم ہے۔

ایف۔ تمام کاشت کاروں کو تصدیق شدہ بیجوں اور اچھی کوالٹی کے پودوں کی پورے علاقے میں اور سال کے ہر حصے میں قلت رہتی ہے۔

جی۔ گوداموں، ذخیرہ کرنے کی سہولیات اور کولڈ اسٹوریج وغیرہ کی نامناسب دستیابی۔

ایچ۔ علاقے میں چند مقامات کو چھوڑ کر جدید اور آلات سے لیس بازار اور منڈیوں کا فقدان۔

آئی۔ قومی اوسط کے مقابلے بجلی کی فی کس کھپت بہت کم ہے۔

جے۔ آبپاشی کے لئے بجلی کا بہت کم استعمال۔

کے۔ صنعتی استعمال میں کام آنے والی دھاتوں مثلاً لوہا، المونیم، تانبہ، جست، ٹن، سیسہ وغیرہ کے لئے کارآمد معدنیات کی عدم دستیابی۔ اس کے علاوہ ابرق اور گندھک وغیرہ بھی دستیاب نہیں ہیں۔

ایل۔ کوئلے میں گندھک کی مقدار زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ صنعتی استعمال میں نہیں لایا جاسکتا۔

ایم۔ انجینئرنگ، میڈیکل اور نرسنگ کی تعلیم کے لئے اعلی تعلیمی اداروں اور پالی ٹکنکوں کی غیر معقول دستیابی۔

این۔ اس علاقے میں معیار تعلیم میں سدھار کے لئے درکار اساتذہ کے تربیتی اداروں کا فقدان ہے جس پر فوری دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ شمال مشرق کے اسکولوں میں ریاضی اور سائنس کی تدریس میں بہتری کے لئے خصوصی اقدامات درکار ہیں۔

او۔ چار تیل صاف کرنے والے کارخانوں اور دو پٹروکیمیکل کمپلیکس وغیرہ کے علاوہ بڑی صنعتوں کا فقدان۔

آسام اور شمال مشرق میں گزشتہ صدی کے اواخر سے ریل لائنوں، چائے کے باغات اور تیل اور چاول ملیں موجود رہی ہیں۔ گزشتہ چند دہائیوں میں تمام شمال مشرق میں سڑک، ریل اور فضائی رابطوں میں قابل قدر سدھار ہوا ہے اور ٹیلی مواصلات بھی بہت بہتر ہوگیا ہے۔

گزشتہ دو دہائیوں میں اس علاقے میں متعدد یونیورسٹیاں، میڈیکل کالج اور انجینئرنگ کالج قائم کئے گئے ہیں۔ وہاں آجکل ایک آئی آئی ٹی اور ایک آئی آئی ایم بھی قائم ہے۔

اس علاقے میں سالانہ اوسط آمدنی قومی اوسط آمدنی کا 70 فی صد ہے۔ یہاں خواندگی کی شرح (74.48) قومی شرح خواندگی (74.04) کے مساوی ہے۔

مندرجہ بالا مسائل کے باعث شمال مشرق آزادی کے ستر سال بعد بھی مقابلتاً پسماندہ ہے۔ کسی بڑی مینوفیکچرنگ صنعتی بنیاد کی عدم موجودگی میں اس علاقے کا مستقبل مندرجہ ذیل شعبوں پر منحصر ہے:

اے۔ زراعت بشمول باغبانی اور گل بانی۔

بی۔ ڈیری فارمنگ

سی۔ بکری پروری

ڈی۔ سور پالن

ای۔ مرغی پالن

ایف۔ بطخ پالن

جی۔ ماہی پروری

ایچ۔ خوراک اور گوشت کی پروسیسنگ

آئی۔ ریشم کے کیڑوں کی پرداخت اور بنائی، ہتھ کرگھا اور پارچہ بافی، ملبوسات کی ڈیزائننگ

کے۔ چائے اور خوراک، مشروم اور شہد کی تیاری۔

ایل۔ ڈبروگڑھ میں برہم پتر کریکر اور پالیمر لمیٹڈ میں تیار کردہ پالی تھین سے پلاسٹک اشیا کی تیاری۔

ایم۔ بانس، پٹ سن، سرکنڈے، چاول کے بھوسے اور ادویاتی پودوں پر مبنی چھوٹے اور اوسط درجے کی صنعتیں قائم کرنا۔

این۔ علاقے میں پیدا ہونے والے ادرک اور ہلدی کی پیکنگ کے لئے صنعتوں کا قیام اور ان میں سدھار۔

او۔ علاقے کی دریاؤں اور چشموں میں دستیاب وافر پانی کا بجلی بنانے اور آبپاشی کے لئے استعمال۔

پی۔ ملبوسات، ادویہ، کاغذ اور چینی وغیرہ کی پیداوار کے لئے صنعتوں کا قیام۔ زیادہ بارش کے سبب شمال مشرق مٹی میں نمی زیادہ ہوتی ہے جو گنے، دالوں، تلہن اور مینگے لیول اگانے کے لئے نہایت مفید ہے)

کیو۔ ٹریننگ اور پیرامیڈیکل اسٹاف، دوا سازی، ٹرانسفارمروں کی مرمت، ٹیلی ویژن، ایر کنڈیشنر، کمپیوٹر، واشنگ مشین، موٹر گاڑیوں اور فریج وغیرہ کی مرمت کے لئے پالی ٹکنک اور اداروں کا قیام۔

شمال مشرق کی ثقافت شاندار ہے اور وہاں کے نوجوان موسیقی، رقص، پینٹنگ وغیرہ میں کمال اور مہارت رکھتے ہیں۔ اگر اس علاقے میں گانا گانے، رقص اور پینٹنگ اور موسیقی کے مناسب تعداد میں اسکول کھولے جائیں تو وہاں کے نوجوانوں کو اس میدان میں اچھی ملازمتیں حاصل ہوسکتی ہیں۔

اگر مندرجہ بالا شعبوں میں بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کی جائے اور فصلوں کو اراضی کے لحاظ سے زیادہ گھنا بنایا جائے یعنی 2 یا 2.5 تک بڑھایا جائے تو علاقے کے لوگوں کو روزگار کے وافر مواقع دستیاب ہوسکتے ہیں۔ اس علاقے میں بینک کی شاخوں کی تعداد اور قرض اور جمع رقوم کے تناسب میں ابھی اضافہ درکار ہے۔ اس کے علاوہ علاقے میں ٹیلی رابطوں کو بھی مستحکم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ شمال مشرق کے لوگوں کو مالی اور ڈیجیٹل شمولیت کی سہولت دستیاب ہوسکے۔

فی الوقت مرکزی حکومت نے علاقے کی مکمل اور داخلی ترقی کے لئے متعدد قابل ستائش اقدامات کئے ہیں۔ مرکز نے ایکٹ ایسٹ پالیسی کی تعمیل کے لئے اپنے عزم کا اعادہ کیا ہے جس سے شمال مشرق کے لوگ مستفید ہوں گے۔ شمال مشرق کو اقتصادی طور پر زیادہ فعال اور خوش حال بنانا ہے تاکہ یہ علاقہ جنوبی ایشیائی ممالک جیسے بنگلہ دیش، نیپال اور بھوٹان کو اپنی طرف راغب کرسکے اور ان کے لئے مفید اور کارآمد علاقہ بن سکے۔ ان ممالک کو سڑکوں، ریل، فضائی اور آبی راستوں کے ذریعہ شمال مشرق سے جوڑا جائے گا جس سے ان ممالک سے افراد، اشیاء اور تکنالوجی کا لین دین بڑھے گا اور شمال مشرق کو اور شمال مشرق سے طرز فکر کا تبادلہ ہوگا۔ ان درج بالا ممالک کے عوام کے لئے شمال مشرق میں مذہبی، ماحولیاتی ایڈونچر اور طبی سیاحت کو فروغ دینے کے اقدامات کئے جاسکتے ہیں۔ اس سے شمال مشرق کے لوگوں اور قرب وجوار کے علاقے بشمول بیرونی ممالک کے عوام کے مابین ثقافتی اور تعلیمی تعلقات کو فروغ حاصل ہوگا۔

یہ یقینی بنانے کے لئے کہ ترقی سے تمام متعلقین مستفید ہوں، شمال مشرق کے مختلف اصلی اور نسلی گروپوں، باشندوں کے لئے خصوصی اور فوری اقدامات کی ضرورت ہے۔ ذرائع ابلاغ میں یہ خبریں گشت کررہی ہیں کہ شمال مشرق کے گیارہ نسلی گروپوں کی زبانیں معدوم ہونے والی ہیں کیوں کہ ان زبانوں کے بولنے والے افراد کی تعداد دس ہزار سے کم ہوگئی ہے۔ اس بات پر خصوصی توجہ درکار ہے کہ ترقی کے اس دور سے چھوٹے اور حاشیہ پر پڑے نسلی گروپ محروم نہ رہ جائیں۔

شمال مشرق کے کثافت سے پاک ماحول اور روانی سے انگریزی بولنے والے نوجوان پالیسی سازوں کو اس بات کے لئے مجبور کرسکتے ہیں کہ وہ وہاں الیکٹرانک صنعت اور ادارے قائم کریں۔

اس علاقہ میں بے روزگاری کے مسئلے کو حل کرنے کی غرض سے شمال مشرق کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ریلوے میں، قومی بینکوں میں، مرکزی پیرا افواج مثلاً آسام رائفلز، فضائی کمپنیوں، تیل صاف کرنے والی کمپنیوں اور دیگر مرکزی اور پبلک سیکٹر انڈرٹیکنگ میں ملازمتیں فراہم کی جانی چاہئیں۔

آخر میں، شمال مشرق کے تمام لوگوں کو زراعت، صنعت اور تجارت کو ترقی دینے کی غرض سے مراعات مہیا کرانے کے لئے اراضی اصلاحات کے لئے فوری اقدامات کئے جانے چاہئیں۔ ان اقدامات میں غیر جنگلی اور غیر سروے علاقوں کا اراضی کی ملکیت کے تعین کے لئے سروے، اراضی کے ریکارڈ کی تیاری اور تعداد لوگوں کو اراضی کی ملکیت کے حقوق جو متعلقہ قوانین کے تحت ہوں، دیا جانا شامل ہیں۔ (جگہ کی کمی کی وجہ سے اس معاملے کی تشریح نہیں کی جاسکتی)۔

☆☆☆

منجولا وادھوا

شمال مشرق کی معاشی اہمیت

شمال مشرق کی سات بہنوں پر مشتمل یہ خطہ گرچہ سات علاحدہ علاحدہ ریاستوں پر مشتمل ہے، تاہم یہ تمام ریاستیں بشمول سکم متصل ریاستیں ہیں جنہیں ہمارے ملک میں ان کی سماجی، ثقافتی، سیاسی، جغرافیائی اور تاریخی خصوصیات کے سبب یقیناً ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ یہاں یہ حقیقت قابل ذکر ہے کہ تریپورہ اور میزورم ملک میں خواندگی کے اعتبار سے دوسری سرفہرست ریاستیں ہیں۔ آسام کی چائے کی صنعت، چائے کی پیداواری کے معاملے میں دنیا میں دوسری سب سے بڑی صنعت ہے۔ اس معاملے میں چین کو پہلا مقام حاصل ہے۔ اس کے علاوہ ایشیا میں سب سے پہلا تیل کا کنواں آسام کے ڈگبوئی میں واقع ہے۔

موجودہ وقت میں اگر اہم ''انڈیا اسپنڈ ریسرچ'' کے مطابق تصویر کے روشن پہلو پر نظر ڈالیں تو میگھالیہ کی نو اعشاریہ سات فی صد کی متاثر کن شرح نمو سامنے آتی ہے جو میگھالیہ کو تیزی کے ساتھ ترقی کرنے والی ریاست بناتی ہے۔ اس معاملے میں مدھیہ پردیش کی شرح نمو 9.5 فی صد ہے۔ اس ضمن میں اروناچل پردیش کو گجرات پر برتری حاصل ہے۔ پورے شمال مشرقی خطے میں چند افراد ہی یعنی 12.8 ملین افراد ہی خط افلاس سے نیچے زندگی گزارنے والے زمرے میں شامل ہیں جب کہ اکیلے کرناٹک میں ایسے افراد کی تعداد 12.9 ملین ہے۔ اس کے بعد سال 12-2011 میں ناگالینڈ میں یہ شرح 23.8 فی صد تھی۔ ان تمام آٹھ ریاستوں کی صنعتی زمرے میں حصہ داری میں اضافہ ہوا ہے جب کہ زراعت اور اس کے متعلق زمرے میں ان کی حصہ داری کم ہوئی ہے۔ شمال مشرق کی تمام ریاستوں کے شہری علاقوں میں بے روزگاری کی شرح دیہی علاقوں کے مقابلے میں زیادہ ہے اور یہ قومی طرز کی بنیاد پر ہے۔ غریبی پھیلنے کی طرز ناہموار ہے جہاں منی پور سب سے غریب اور سکم سب سے امیر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شمال مشرقی خطے کو نو آبادیاتی دور کے بعد سے اقتصادی ترقی کے معاملے میں عدم مساوات کی اعلی شرح کا سامنا رہا ہے۔ برطانوی حکمرانوں کے لئے شمال مشرق خام مال کی ذخیرہ اندوزی کی ایک جگہ تھا۔ برطانوی حکمراں شمال مشرق کو کوئلہ، قدرتی تیل، جنگلاتی اشیاء اور چائے کے ذخیرے کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ شمال مشرق کے خطے میں ان وسائل کا بڑے پیمانے پر استخراج ہوتا تھا۔ لیکن انہوں نے نہ توان کی صفائی اور پروسیسنگ اور مینوفیکچرنگ یونٹوں کے قیام پر توجہ دی اور نہ ہی خطے میں ذرائع نقل وحمل اور مواصلاتی سہولتوں کی ترقی کی جانب دھیان دیا۔ تقسیم ہند کے ساتھ ایک لمبے عرصے تک بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان) کے ساتھ تجارتی تعلقات موقوف رہے جس سے خطے کی معاشی اور ترقی کی گنجائش اور صلاحیت کو زبردست نقصان پہنچا۔ اس سے خطے اور ملک کے باقی حصے کے درمیان خلیج مزید گہری ہوگئی۔ لیکن موجودہ وقت میں حالات کافی بہتر ہوئے ہیں۔ شمال مشرقی خطے نے فروغ انسانی کے رجحانات کے تعلق سے قومی پیمانے پر اوسطاً صورت حال کے مقابلے قدرے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے تاہم یہ موافق معاشی ترقی لانے میں ناکام رہی ہے۔ درج ذیل ٹیبل میں اس کا گہرائی سے جائزہ لیا گیا ہے۔ ٹیبل ملاحظہ کریں:

شمال مشرقی خطے کی تاخیر سے ترقی کے لئے درج ذیل عناصر کو ذمہ دار ٹھہرایا جاسکتا ھے:

جغرافیائی عناصر: شمال مشرقی خطے کا تقریباً 70 فی صد علاقہ پہاڑی ہے جہاں آبادی کا صرف 30 فی صد ہے جب کہ خطہ کا 30 فی صد حصہ میدانی علاقہ ہے جہاں 70 فی صد آبادی کا حصہ ہے۔ جغرافیائی اسباب کی بنا پر اور ملک کے دیگر حصوں کے ساتھ نقل وحمل کے کمزور رابطوں کے سبب خطے کی رسائی ہمیشہ سے کمزور رہی ہے۔ علاوہ ازیں آسام کے برہم پتر اور بارک وادی میں سیلاب اور چٹانیں کھسکنے کے واقعات کے سبب بھی نہ صرف آسام بلکہ تمام شمال مشرقی ریاستوں

مضمون نگار نبارڈ، ہریانہ، چنڈی گڑھ کے علاقائی دفتر میں اسسٹنٹ جنرل منیجر ہیں۔
manjula.jaipur@gmail.com

کی اقتصادی ترقی بھی متاثر رہی ہے۔

ڈھانچہ بندی عناصر: شمال مشرقی ریاستوں کی اقتصادی پسماندگی کے لئے اسباب میں ایک بڑی وجہ سڑکوں، ندیوں، توانائی وغیرہ جیسی سہولتوں کی بنیادی ڈھانچہ بندی کی ناقص صورت حال ہے۔اس کے ساتھ ساتھ فروغ انسانی اور معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرنے والے تعلیمی ادارہ صحت عامہ کی سہولتوں جیسی سماجی ڈھانچہ بندی کے فقدان کا بھی اہم کردار رہا ہے۔ شمال مشرقی خطے میں چھ فی صد قومی سڑکیں اور تقریباً 13فی صد قومی شاہراہیں ہیں تاہم ان کی ناقص دیکھ بھال کے سبب ان سڑکوں اور شاہراہوں کی حالت اچھی نہیں ہے۔خطے میں ڈھانچہ بندی کی کمی کے سبب بھیڑ بھاڑ والی سڑکیں، بجلی کی ناقص سپلائی اور پینے کے پانی کی قلت وغیرہ جیسی اہم برائیاں پیدا ہوئی ہیں۔

صنعتی ترقی میں حائل رکاوٹیں:

ملک کی جدوجہد آزادی کے دوران آسام میں ایک چھوٹا لیکن اہم صنعتی زمرہ تھا جس پر برطانوی سرمایہ داروں کا غلبہ تھا۔ یہ زمرہ چائے کی کاشت اور مینوفیکچرنگ، کوئلہ کی کان کنی، تیل کی کھوج، تیل صاف کرنے، پلائی وڈ اور جنگلات سے متعلق اشیاء کی مصنوعات سازی پر مشتمل تھا۔ آزادی کے بعد تقسیم ہند کے سبب آسام میں صنعتی زمرے کو ایک بڑا جھٹکا لگا کیوں کہ اس دوران ملک کے باقی حصوں کے ساتھ تجارتی راستے بند ہوگئے۔اس کے نتیجے میں شمال مشرقی خطے کے ملک کے باقی حصوں کے ساتھ اقتصادی روابط منقطع ہوگئے اور خطے کی سرمایہ کاری کے لئے ایک مناسب مقام کے امکانات موہوم ہوگئے۔ خطے کی صنعتی ترقی کے لئے اصل طاقت اس کے قدرتی وسائل میں مضمر تھی۔ اس کے تحت خطے کی پن بجلی کی صلاحیت میں نکھار کے لئے نیشنل ہائیڈرو الیکٹرک پاور کارپوریشن اور خطے میں تیل اور گیس کے ذخائر تلاش کرنے کے لئے گیس اتھارٹی آف انڈیا لمیٹڈ (گیل) اور آئل اینڈ نیچرل گیس کارپوریشن (او این جی سی) کا قیام عمل میں آیا۔ سال 1995 میں سپریم کورٹ کے ذریعے درخت کاٹنے پر پابندی کے بعد جنگلات پر مبنی صنعتی یونٹوں کی تعداد میں کمی واقع ہوئی۔

اس کے علاوہ مقامی سرمایہ کی کم مقدار، مارکیٹنگ اور ٹرانسپورٹ کی خامیوں نے خطے میں صنعتی ترقی کو متاثر کیا۔ چائے کی صنعت ہندوستان میں قدیم ترین صنعتوں میں سے ایک ہے۔ بیسویں صدی کے ٹھیک شروع میں قائم ہونے والی چائے کی صنعت نے آسام میں ایک اہم مصنوعات سازی صنعت کا درجہ حاصل کیا۔ چائے صنعت کو درپیش مسائل میں اہم مسئلہ آسامی قومی دھارے اور مزدوروں کے درمیان ان کی صحت اور بہبود سے متعلق بڑھتا ہوا تنازعہ تھا۔

زراعت: شمال مشرقی خطے کی قبائلی آبادی کا زراعت اہم پیشہ ہونے کے باوجود ریاستوں میں فصلوں کے زرعی پیداوار ناہموار رہی ہے۔ خطے میں چاول اہم کاشت ہے (خریف)۔ دیگر فصلوں (ربیع) میں خطے میں پیدا ہونے والی اجناس میں گندم، آلو، گنا، دلہن اور تلہن شامل ہیں۔شمال مشرقی خطہ ملک میں غذائی اجناس کی مجموعی پیداوار کا صرف 1.5فی صد پیدا کرتا ہے اور اپنی 70فی صد آبادی کو روزی روٹی فراہم کرنے میں تعاون کرتا ہے۔مشرقی اور شمال مشرقی خطوں میں زرعی پیداوار کی رفتار ملک کے دیگر خطوں کے مقابلے میں قدرے سست ہے۔ سبز انقلاب بڑی حد تک ملک شمال مغربی حصوں تک محدود رہا اور اس کا شمال مشرقی خطے کو فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ شمال مشرقی خطہ میں زراعت میں پیداوار کے حالات کم وبیش روایتی ہیں۔ خطے کے متعدد علاقوں میں زرعی پیداوار بہت کم ہے۔ آبپاشی کی سہولتیں تقریباً نہ کے برابر ہیں اور کھاد کا استعمال بہت کم ہے۔ شمال مشرق میں مروج سب سے زیادہ معروف چلن گردش یا جھوم کی کاشت ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 1.7 ملین ہیکٹر رقبے پر اس طرح کی کاشت کی جاتی ہے جس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر جنگلاتی زمین سے محرومی ہوتی ہے اور اس کے سبب مٹی کٹنے کے واقعات اور زرخیز زمین کا خاتمہ ہوتا ہے۔

قدرتی وسائل کی بنیاد: خطے میں قدرتی وسائل مثلاً مٹی، پانی، نباتات اور ہائیڈروجن کے ذخائر کی موجودگی کے باوجود ملک کا شمال مشرقی حصہ ترقی کے اعتبار سے پچھڑا ہوا ہے کیوں کہ ان وسائل کا بلا امتیاز استعمال اور بدنظمی کی گئی جس کے سبب ان اثاثوں میں کمی واقع ہوئی جو عام طور پر شمال مشرقی خطے کی ترقی اور پیداوار میں اضافے کی صلاحیتوں میں نکھار کے لئے ضروری تھیں۔ علاوہ ازیں اس کے سبب خطے کی تنوع زیستی کو سنگین خطرہ لاحق ہوگیا۔ خطے میں کوئلہ کی کان کنی، کھاد کی صنعت، کاغذ کی صنعت، سیمنٹ کی صنعت اور دہشت گردانہ کارروائیوں کے سبب قدرتی وسائل کے معیار میں بڑے پیمانے پر کمی واقع ہوئی۔

نقل و حمل و مواصلات: شمال مشرق کی صورت حال کو کسی بھی طور پر تسلی بخش نہیں کہا جاسکتا۔ خطے میں مختلف جغرافیائی اور سماجی و معاشی اسباب کی بنیاد پر سڑکوں کی حالت اچھی نہیں ہے۔ پنج سالہ منصوبے کے دوران شمال مشرق میں ذرائع نقل وحمل کے زمرے کی ترقی کے لئے مختص فنڈز اس کی ضرورت کے اعتبار سے موافق نہیں ہیں۔ ذرائع نقل وحمل کی نامناسب سہولت ایک سنگین مسئلہ ہے جس نے ایک طویل عرصے سے خطے کی ترقی کو جکڑ رکھا ہے۔ تقسیم کے نتیجے میں خطے کو اشیائے صارفین کی نسبتاً اعلی شرحوں اور زیادہ اخراجات والی معیشت کی شکل سے دوچار ہونا پڑا بلکہ اسے ملک کے دیگر حصوں سے علاحدگی کے احساس کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ مزید برآں خطے میں ملک کے مجموعی ریلوے نیٹ ورک کا صرف چار فی صد نیٹ ورک ہے۔ نیو بونگن کاری کا پورا نیٹ ورک میٹر گیج میں ہے۔ خطے کو ریلوے کے تعلق سے درپیش مسائل کے تحت نہ صرف نامناسب ریلوے نیٹ ورک کا سامنا ہے بلکہ گیج کی تبدیلی بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ اس کے علاوہ خطے کو مال برداری کے محاذ پر سیمنٹ، اسٹیل، غلہ، نمک وغیرہ جیسی اشیائے ضروریہ کے نقل وحمل کا سنگین مسئلہ بھی درپیش ہے۔

آج کے وقت شمال مشرقی خطے کو ایک بڑے چیلنج کے طور پر عالم کاری کا سامنا ہے۔ ہندوستان کی ایکٹ ایسٹ پالیسی کے تناظر میں شمال مشرقی خطے کے لئے بزنس اور تجارت میں کثیر ملکی کمپنیوں (ایم این سی) اور غیر ملکی صنعت کاروں کے خلاف کامیابی کے ساتھ مسابقت نہایت مشکل ہے۔

خطے کا سماجی غیر نظم بھی ایک تشویش کا پہلو ہے۔

جی ایس ڈی پی، پی سی آئی اور شرح نمو 2016-17(اے)

			2016-17(A)				
نمبر شمار	ریاست	آبادی 2011	جی ایس ڈی پی (کروڑ روپے میں) موجودہ قیمتیں	این ایس ڈی پی (روپے)	فی کس آمدنی مستقل / of GSDP at موجودہ قیمتیں (2011-12)	مستقل قیمتیں (2011-12)	شرح نمو
1	2	3	4	5	6	7	8
1	آندھراپردیش	84,580,777	NA	NA	NA	NA	NA
2	اروناچل پردیش	1383727	NA	NA	NA	NA	NA
3	آسام	31205576	NA	NA	NA	NA	NA
4	بہار	104099452	NA	NA	NA	NA	NA
5	چھتیس گڑھ	25545198	290140	223932	91772	71214	NA
6	گوا	1458545	NA	NA	NA	NA	NA
7	گجرات	60439692	NA	NA	NA	NA	NA
8	ہریانہ	25351462	NA	NA	NA	NA	NA
9	ہماچل پردیش	6864602	NA	NA	NA	NA	NA
10	جے اینڈ کے	12541302	NA	NA	NA	NA	NA
11	جھارکھنڈ	32988134	NA	NA	NA	NA	NA
12	کرناٹک	61095297	NA	NA	NA	NA	NA
13	کیرالا	33406061	NA	NA	NA	NA	NA
14	مدھیہ پردیش	72626809	640484	465212	72599	51852	12.21
15	مہاراشٹر	112374333	NA	NA	NA	NA	NA
16	منی پور	2570390	NA	NA	NA	NA	NA
17	میگھالیہ	2966889	29567	24005	79332	63678	6.65
18	میزورم	1097206	NA	NA	NA	NA	NA
19	ناگالینڈ	1978502	NA	NA	NA	NA	NA
20	اوڈیشہ	41974218	378991	314364	75223	61678	7.94
21	پنجاب	27743338	427870	348487	128821	103726	5.93
22	راجستھان	68548437	NA	NA	NA	NA	NA
23	سکم	610577	NA	NA	NA	NA	NA
24	تمل ناڈو	72147030	NA	NA	NA	NA	NA
25	تلنگانہ		NA	NA	NA	NA	NA
26	تریپورہ	3673917	NA	NA	NA	NA	NA
27	اترپردیش	199812341	NA	NA	NA	NA	NA
28	اتراکھنڈ	10086292	NA	NA	NA	NA	NA
29	مغربی بنگال	91276115					
30	انڈمان اینڈ نکوبارہ جزیرہ	380581	NA	NA	NA	NA	NA
31	چنڈی گڑھ	1055450	NA	NA	NA	NA	NA
32	دہلی	16787941	622385	498217	303073	240318	8.26
33	پوڈوچیری	1247953	29557	23656	190384	150369	7.49
34	کل ہند	15183709	1210569573	12189854	103219	82269	7.1

ماخذ: (1) اکونمکس اینڈ اسٹیٹسٹیکل آرگنائزیشن، پنجاب
(ii) سنٹرل اسٹیٹ اسٹیٹسٹیکل آرگنائزیشن، نئی دہلی

نامناسب پیداواری قوت والا معاشرہ لوگوں کی صلاحیت کو ناقص بناتا ہے اور ناقص صلاحیت والا معاشرہ ثقافتی سرمایہ کے معاملے میں بھی پسماندہ رہے گا اور اگر اس طرح کے معاشرے کا معیار زندگی اس کی پیداواری قوت کے متحمل کے مقابلے بہت بلند ہے تو اس طرح کے معاشرے کی معاشی صورت حال اخلاقی پستی اور کردار کشی کا سبب بنے گی۔

تعلیمی نظام اس خطہ میں پوری طرح ٹھپ ہوگیا ہے۔معاشی طور پر مستحکم خاندان اپنے بچوں کو مزید تعلیم کے حصول کے لئے چند بڑے شہروں کو روانہ کرتے ہیں جس سے مقامی معاشرے کو معاشی طور پر بڑا جھٹکا لگا ہے۔املاک دانش کی اس منتقلی نے خطے کی ضروریات کو پورا کرنے والی پالیسی کو پوری طرح مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔

یہاں ایک دوسری سب سے بڑی لعنت منشیات کی لت ہے۔عام طور پر اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ 30 فی صد سے زائد نوجوان نشے کی لت میں مبتلا ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ منی پور، ناگالینڈ اور میزورم میں ایچ آئی وی/ایڈز کی وبا تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے جو کہ بہت ہی تشویش کا معاملہ ہے۔

خطے کی ترقی پر خاص توجہ دینے کے مقصد سے حکومت ہند نے 1971 میں نارتھ ایسٹرن کونسل قائم کی تھی۔اس خطے کی تمام آٹھ ریاستیں اس کی رکن ہیں۔اس کا صدر دفتر شیلانگ میں قائم کیا گیا ہے تاہم ہندوستان کے شمال مشرقی خطے کی ترقی کی وزارت کے زیر نگرانی اس کا کام کاج انجام دیا جاتا ہے۔ابتدا میں اس کونسل کو ایک مشاورتی ادارے کے طور پر قائم کیا گیا تھا جسے بعد میں سال 2002 سے اسے ایک علاقائی منصوبہ بندی ادارے کے طور پر منظور کرلیا گیا۔یہ ادارہ شمال مشرقی ریاستوں کے مشترکہ مفادات والے معاملے پر غور وخوض کرتا ہے اور اس طرح کے معاملے پر کی جانے والی کارروائی کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے۔یہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ ان ریاستوں کی اقتصادی اور سماجی منصوبہ بندی کی دیکھ بھال کی جاسکے۔اس کے ساتھ ساتھ بین ریاستی تنازعہ کی صورت میں ثالثی فراہم کی جاسکے۔نارتھ ایسٹرن ڈیولپمنٹ فائنانس کارپوریشن لمیٹیڈ (این ای ڈی ایف سی ایل) ایک پبلک لمیٹیڈ کمپنی ہے جو شمال مشرقی خطے میں مائیکرو، چھوٹی، درمیانی اور بڑی صنعتوں کو مدد فراہم کرتی ہے۔شمال مشرق خطے کی ترقی کی وزارت کے تحت دیگر آرگنائزیشنز میں نارتھ ایسٹرن ریجنل ایگری کلچرل مارکیٹنگ کارپوریشن لمیٹیڈ (این ای آر اے ایم اے سی) سکم مائننگ کارپوریشن لمیٹیڈ (ایس ایم سی) اور نارتھ ایسٹرن ہینڈ لومز اینڈ ہینڈی کرافٹس ڈیولپمنٹ (این ای آر اے ایم ای) شامل ہیں۔

شمال مشرقی خطے کی ترقی کی وزارت (ایم ڈی او این ای آر) کو ستمبر 2001 میں قائم کیا گیا تھا جو کہ شمال مشرق کی آٹھ ریاستوں کی سماجی ومعاشی ترقی سے متعلق امور سے نمٹنے کے لئے مرکزی حکومت کے ایک اہم شعبے کے طور پر کام کرتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ کے میں ڈھانچہ بندی سے متعلق رکاوٹوں کو دور کرنے، کم سے کم بنیادی خدمات فراہم کرنے، نجی سرمایہ کاری کا ماحول سازگار کرنے اور خطے میں پائیدار امن اور سلامتی کے قیام سمیت معاشی ترقی کے امور میں شمال مشرقی خطے کی ریاستی حکومتوں اور مرکزی وزارتوں/شعبوں کا درمیان ایک سہولت کار کی خدمات انجام دیتا ہے۔خطے کی مربوط ترقی کے لئے ایک ایجنسی کے کردار کے حصول کی اپنی مساعی میں کونسل نے توانائی، نقل وحمل مواصلات اور صحت جیسے مخصوص ترجیحی زمروں کی نشاندہی کی ہے۔

این ای سی نے بنیادی ڈھانچہ بندی کے فروغ کے ذریعے خطے کے توانائی سیکٹر میں قابل ستائش تعاون فراہم کیا ہے۔خطے کی بجلی کی پیداوار کی صلاحیت میں ہائیڈرو الیکٹریسٹی پروجیکٹ اور گیس پر مبنی ایک پروجیکٹ کے قیام کے سبب قابل ذکر اضافہ ہوا ہے۔کونسل نے پاور ٹرانسمیشن سسٹم میں سدھار اور خطے کے نیشنل گرڈ کے ساتھ راست تعلق کی راہ بھی ہموار کی ہے۔اس کے علاوہ این ای سی نے اپنے قیام کے ساتھ سڑکوں اور آبی گزرگاہوں کی ترقی کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔جس وقت این ای سی کا وجود عمل میں آیا، اس وقت خطے میں قابل کاشت رقبہ تقریباً 12 فی صد تھا جس سے خطے میں زرعی اجناس کی مانگ اور رسد میں زبردست چیلنج ہوگئی تھی۔خطے میں پیداوار میں اضافے کی کوششوں کو متاثر کیا۔این ای سی نے برسوں سے خطے کی تمام رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے زراعت اور اس سے متعلق سیکٹر میں متعدد تدارکی اقدامات کئے ہیں۔اس کے ساتھ این ای سی نے برسوں سے خطے کی تمام ریاستوں میں صحت عامہ کے شعبے میں افرادی قوت کے اضافے کے لئے بھرپور تعاون دیا ہے اور خطے کے مختلف صحت اداروں میں خطے کے طلبا کے لئے سیٹ ریزرو کی ہے۔این ای سی نے خطے میں صنعتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے بھی مساعی کی ہیں اور خطے میں صنعتی ترقی سے متعلق متعدد مطالعے اور سروے کا اہتمام کیا ہے۔اس سے وسائل کی دستیابی اور دستاویزی مواد کی فراہمی میں آسانی ہوئی ہے۔شمال مشرق میں صنعتی ترقی کے لئے این ای سی کی کوششوں کے ثمر آور نتائج برآمد ہوئے ہیں اور خطے اب صنعتی یونٹوں کا قیام عمل میں آرہا ہے۔اس ضمن میں این ای سی نے خطے میں این ای آر اے ایم اے سی جیسی مارکیٹنگ ایجنسیوں کے قیام میں بھرپور تعاون دیا ہے۔نمائشوں کے انعقاد میں حمایت کی ہے اور سیمینار اور تجارتی کانفرنسوں کا انعقاد کیا ہے۔کونسل نے خطے میں ریشم کے کیڑے کی پرورش کو فروغ دینے میں بھی اہم تعاون دیا ہے اور اس صنعت کے لئے متعلقہ افراد کو اریری، موگا اور ہینڈلوم سے متعلق دیگر سامان کی دستیابی یقینی بنائی ہے۔این ای سی نے سکم سمیت شمال مشرقی خطے میں سیاحت کو فروغ دینے کے لئے بھی متعدد اقدامات کئے ہیں۔کونسل نے خطے میں ارضیاتی اور ماحولیاتی تنزلی کو روکنے کے لئے بھی متعدد اقدامات کئے ہیں۔اس نے زراعت کے سیکٹر میں بھی متعدد اصلاحی اقدامات کئے ہیں۔اس کے تحت کونسل نے 3400 ہیکٹر پر روایتی طریقے سے کاشت کرنے والے 1700 جھومیا خاندانوں کی مدد کی ہے۔اس کے تحت واٹرشیڈ ڈیولپمنٹ، متبادل کاشت کاری طریقوں کے لئے تربیت اور تجارت میں تعاون دیا ہے۔

شمال مشرقی خطے کی ترقی کے لئے ہماری موجودہ مرکزی حکومت نے بھی متعدد اقدامات کئے ہیں۔حال ہی میں مرکز نے دسمبر 2017 میں نارتھ ایسٹ اسپیشل انفرااسٹرکچر ڈیولپمنٹ اسکیم کو منظوری دی ہے جس سے دو

مخصوص زمروں میں ڈھانچہ بندی کے قیام کی راہ ہموار ہوگی۔ اس ضمن میں ان دوسیکٹروں میں پانی کی سپلائی، توانائی، روابط اور سیاحت کو فروغ دینے والے خصوصی پروجیکٹ سے متعلق فزیکل انفرااسٹرکچر ہے۔ جب کہ دوسرا سیکٹر تعلیم اور صحت عامہ سے متعلق سوشل سیکٹر پروجیکٹ ہیں۔ اس اسکیم کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اسکیم این ایل سی پی آر کے مقابلے 100فی صد مرکزی فنڈ والی اسکیم ہے جب کہ این ایل سی پی آر میں دس فی صد فنڈ ریاستی حکومتوں کو فراہم کرنا ہوتا ہے۔ حکومت ہنداس اسکیم کے تحت آئندہ تین برسوں کے دوران شمال مشرقی ریاستوں کو 3300 کروڑ روپے فراہم کرے گی۔ اس کے علاوہ میزورم میں پہلا اہم سنٹرل پروجیکٹ پورٹل ہائیڈرو پاور پروجیکٹ کامیابی کے ساتھ مکمل کرلیا گیا ہے۔ یہ ہر سال 251 ملین یونٹ بجلی پیدا کرے گا اور اس سے ریاست کی سماجی اور سیاسی ترقی کو فروغ حاصل ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی سکم اور تری پورہ کے بعد میزورم شمال مشرقی خطے میں اضافی بجلی پیدا کرنے والی تیسری ریاست بن گیا ہے۔ مالی رکاوٹوں کے باوجود شمال مشرقی ریاستوں کے لئے مرکز کی اہم اسکیموں کی تقسیم کا خاکہ 10-90 کے تناسب سے جاری ہے۔ اس سے موجودہ شمالی مشرقی ریاستی حکومتوں کی اس کے لئے تشویش کا اظہار ہوتا ہے۔ مزید برآں اس نے گزشتہ تین برسوں کے دوران 32000 کروڑ روپے کے سرمایہ کے ساتھ 3800 کلومیٹر قومی شاہراہ کے لئے منظور کئے گئے ہیں جس میں سے 1200 کلومیٹر شاہراہ کی تعمیر پہلے ہی ہوچکی ہے۔

مرکزی حکومت شمال مشرقی خطے کی تمام ریاست ی راجدھانیوں کو ریل نقشے پر لانے کے لئے شمال مشرق میں جامع روڈ ڈیولپمنٹ پروگرام کے تحت 60000 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔

خطے میں ایکٹ ایسٹ پالیسی کے پیش نظر چند اہم اقدامات کئے گئے ہیں جن میں کلاوان ملٹی ماڈل ٹرانزٹ ٹرانسپورٹ پروجیکٹ، ریہہ۔ ٹیڈم روڈ پروجیکٹ اور بارڈر ہاٹس شامل ہیں۔ مرکزی حکومت نے گزشتہ دو برسوں میں میزورم کے لئے 194 کروڑ روپے مالیت کے دو سیاحتی پروجیکٹوں کو منظور کیا ہے۔ اس سے ریاست میں ارضیاتی سیاحت اور مہم جوئی سیاحت دونوں کو فروغ حاصل ہوگا۔ ان پروجیکٹوں کے نفاذ کے لئے 115 کروڑ روپے پہلے ہی جاری کئے جاچکے ہیں۔ شمال مشرقی خطے میں بانس کی پیداوار سے متعلق حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے مرکزی حکومت نے حال ہی میں اس سے متعلق اپنے ضابطوں کو نرم کیا ہے۔ واضح رہے کہ شمال مشرقی خطے میں لاکھوں لوگوں کے لئے بانس کی پیداوار روزی روٹی کا ذریعہ ہے۔ حکومت کے حالیہ فیصلے کے بعد اب خطے میں بانس کی پیداوار، نقل وحمل اور بانس اور اس سے بنے سامان کی فروخت کے لئے اب کسی طرح کے پرمٹ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ حکومت کے اس فیصلے سے لاکھوں کسانوں کو فائدہ ہوگا اور حکومت کے سال 2022 تک کسانوں کی آمدنی کو دگنا کرنے کی کوششوں کو مدد ملے گی۔

اگر ہم تازہ ترین (19-2018) بجٹ پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ شمال مشرقی خطے میں 50 ہوائی اڈوں اور ہوا بازی ڈھانچہ بندی میں سدھار کے لئے 1014.09 کروڑ روپے (جو کہ گزشتہ برس کے مقابلے پانچ گنا ہے) مختص کئے ہیں۔ ان ہوائی اڈوں میں سکم کے پاکیونگ، اروناچل پردیش کے تیزو وغیرہ جیسے اسٹریٹیجک ایئرپورٹ شامل ہیں جہاں پر پہلی مرتبہ فضائی شہری روابط فراہم کئے جارہے ہیں۔

اس ضمن میں امید کی جارہی ہے کہ ان تمام اقدامات اور کوششوں سے شمال مشرقی خطے میں اقتصادی روابط کے امکانات روشن ہوں گے اور خطے میں بڑی تعدا دکی دستیابی ریاست کو ایک مثالی سیاحتی مقام بنانے کے لئے کافی ہے۔

اہداف: خطے کی جامع ترقی کے لئے ایک چھ نکاتی حکمت عملی کی تجویز کی گئی ہے:

☆زیادہ سے زیادہ سیلف گورننس کے ذریعے لوگوں کو بااختیار بنانا اور شمولیاتی ترقی کو فروغ دینے کے لئے گراس روٹ پلاننگ کے توسط سے شراکتی قرض۔

☆زراعت کے زمرے میں پیداوار میں اضافے اور اس سے متعلق دیگر زمروں جیسے مویشی پالن، باغبانی، نباتات، ماہی گیری پر خصوصی توجہ کے توسط سے ترقی کے مواقع پیدا کرنا اور دیہی علاقوں میں غیر زرعی روزگار کے توسط سے روزی روٹی کے اختیار پیدا کرنا۔

☆خطے میں ایک تقابلی برتری والے سیکٹر جیسے ایگرو پروسیسنگ، ہائیڈرو پاور جنریشن جیسے زمرے قائم کرنا۔

☆لوگوں کی ہنرمندی اور مسابقت کی صلاحیتوں میں نکھار لانا اور سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے لئے صلاحیت سازی۔

خطے میں مختلف زمروں بالخصوص ڈھانچہ بندی کے لئے نجی زمرے کے ذریعے سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لئے سرمایہ کاری کا ماحول سازگار کرنا۔

☆ترقی کے لئے اہداف حاصل کرنے کے لئے حکومت اور پرائیویٹ سیکٹر کے وسائل کو فروغ دینا۔

گوہاٹی میں 3 فروری 2018 کو منعقد گلوبل انوسٹرز سمٹ کے حالیہ ایونٹ میں شمال مشرقی خطے میں ہر سو خوش حالی لانے کی جانب این ڈی اے حکومت کی مخلصانہ طرز فکر دیکھنے کو ملی۔ اس ایونٹ میں بلاشبہ جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیائی ممالک کو شمال مشرقی ریاستوں میں مختلف زمروں میں سرمایہ کاری کی گنجائش سے آگاہ کیا گیا۔ ان زمروں میں مصنوعات سازی، خدمات، توانائی، زراعت وڈبہ بندخوراک، انفارمیشن ٹکنالوجی، نقل وحمل، پیٹروکیمیکل، فارماسیوٹیکلز، ٹیکسٹائل و ہینڈی کرافٹس اور سیاحت شامل ہیں۔

ان تمام مذکورہ حقائق سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اختراع، اقدامات، افکار اور نفاذ ان چاروں پر ایک ساتھ عمل کی ضرورت ہے۔ موجودہ حالات میں سب سے زیادہ ضروری ہے کہ بہتر نظام حکمرانی پر خصوصی توجہ، سخت گیرانہ قوانین کالعدم کرنے اور بنیادی ضرورتوں اور خدمات کے نفاذ کے لئے مقامی سماجی برادریوں کو بااختیار بنانے کو یقینی بنانے کے ذریعے شمولیاتی ترقی کے توسط سے شمولیاتی نمو کو لازمی بنایا جائے۔ اس کے لئے تمام متعلقین کو شمال مشرقی ریاستوں کی ہمہ جہت ترقی کے لئے ایک جامع منصوبہ بنانا ہوگا۔

☆☆☆

نریندر دیو

شمال مشرقی ریاستوں میں زرعی ترقی:

معاشی خوش حالی کے لئے بمبو مشن ایک وسیلہ

مقامی فن کار اپنی روایتی صلاحیت اور ہنرمندی کے ساتھ بہت جنگلی پتیوں کی مدد سے خوب صورت بمبو ہیٹ تیار کرتے ہیں حالاں کہ بانس سے ہی ان خوب صورت اشیاء اور سامان کی برآمدات میں زبردست گنجائش ہے لیکن ابھی تک اس سے استفادہ نہیں کیا جاسکا ہے اور نجی فریقوں اور تجارتی اداروں کی زیادہ سے زیادہ شمولیت کی حوصلہ افزائی سے شمال مشرقی خطے کو زیادہ فائدہ ہوگا۔

شمال مشرقی ہند کی تاریخ اس کی انعطاف پذیری کی بنیادی طاقت کی داستان کے بغیر مکمل نہیں کی جاسکتی۔ خطے کی ایگریکلچرل مینجمنٹ اور کاشت کاری کے مروج طریقوں کے روایتی نظام اس انعطاف پذیر قوت کے بنیادی پہلو کو اجاگر کرتے ہیں۔ خطے میں چاہے وہ پہاڑی علاقہ ہو یا وادیاں، یہاں کے تمام لوگوں میں یقیناً زراعت کا امتیازی مقام ہے۔ خطے میں کاشت کاری کا اہم مثبت پہلو یہ ہے کہ یہاں کاشت کاری کے روایتی طریقوں کو ماحولیاتی صورت حال کے مطابق اختیار کیا گیا ہے اور مقامی کاشت کار برادری روایتی علوم کی بنیاد پر دھان، غلہ اور دیگر زرعی فصلیں اگا رہے ہیں۔ حقیقت میں یہی وہ خوبیاں ہیں جو سات بہنیں ریاستوں سے معروف ان ریاستوں میں لوگوں کو ماحولیاتی توازن برقرار رکھنے کی اہل بناتی ہیں۔

اس خطے کے قبائلی لوگوں سمیت مقامی لوگوں نے زراعت کے روایتی چلن، زرعی تنوع اور جانکاری کو برقرار رکھا ہے۔ یہاں کے کسان عام طور پر کاشت کاری کے جھوم چلن یا دیگر غیر متحرک زرعی چلن کے ساتھ منتقلی نظام کے تحت کاشت کرتے ہیں۔ یہاں کے قبائل اور دیگر مقامی لوگوں کے ذریعے حیاتیاتی وسائل کا استعمال دیسی اور روایتی جانکاری پر مبنی ہوتا ہے اور پائیدار استعمال میں معاون ہوتا ہے۔

مقامی کسان اپنے زرعی نظاموں میں مقامی سطح پر اختیار کی گئیں اہم اور چھوٹی فصلوں کو استعمال کر رہے ہیں جو خطرات اور نامساعد حالات میں ان کی بقا میں معاون ہوتا ہے۔ مختلف زرعی نظاموں کی پیداوار اور توانائی کی کارکردگی کاشت کی جانے والی فصلوں کی قسم پر منحصر ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک مثال کے طور پر کہا جاسکتا ہے کہ خطے میں زراعت کے روایتی طریقہ کار اختیار کرنے والے کسانوں کو وہاں زیادہ محنت مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جہاں دھان کی کاشت جوار اور باجرہ کی فصلوں کے ساتھ کی جاتی ہے۔

خطے میں متعدد نسلی برادریاں عمومی طور پر زرعی طریقہ کار کی دو اہم قسموں جیسے منتقلی کاشت اور برن ایگریکلچر اور دوسری ٹیرس کلٹی ویشن کو اختیار کرتے ہیں۔ خطے کے لوگوں میں ٹیرس کلٹی ویشن کا زیادہ چلن ہے جب کہ جنگلاتی علاقے اور اس کے اطراف منتقلی کاشت کا طریقہ کار مروج ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ منتقلی کاشت جھوم کاشت سے بھی معروف ہے ۔ یہ پہاڑیوں کی زمینی ڈھلوان پر جنگلات اور سبزہ سے گھرے علاقے میں کاشت کی ابتدائی شکل ہے جسے مانسون کی آمد سے قبل سکھانے کے بعد جلا کر دیگر فصلوں کے لئے قابل کاشت بنایا جاتا ہے اور بعد میں اس پر کاشت کی جاتی ہے۔ بنیادی طور پر جھوم اور اچھے طریقے سے کام کرتا ہے تاہم انسانی آبادی میں اضافے اور زمین پر بڑھتے ہوئے دباؤ نے جھوم وقفے کو کم کردیا ہے جس کی وجہ سے اس خطے میں زمین کی زرخیزی میں کمی اور ماحولیاتی مسائل کے خطرات بڑھ گئے ہیں۔

اختراع کلید ہے

تاہم شمال مشرقی خطے میں قبائلی کسان اپنی قوت اختراع اور صلاحیت کا استعمال کرسکتے ہیں جس کے نتیجے

مضمون نگار یواین آئی کے خصوصی نامہ نگار ہیں۔
nirendev1@gmail.com

میں وہ مقامی سطح پر دستیاب وسائل کا زیادہ سے زیادہ استعمال کر سکتے ہیں۔ طریقہ کار میں سے ایک بنچ ٹیرس اریگیشن پریکٹس ہے جس میں پتھروں اور فائبر جوٹ کے تھیلوں ٹیرسز کی دیکھ ریکھ کے مقصد سے مقامی طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے اور زمین کے کٹاؤ کے مسئلے کو روکا

جاسکتا ہے۔ پہاڑیوں کے بالائی حصے سے آنے والے پانی کو بروئے کار لایا جاتا ہے اور پانی کا آبپاشی کے لئے ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ اس نظام میں ڈھلواں راستے میں اوپر سے نیچے کی طرف پانی کی روانی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ آبپاشی کا یہ طریقہ غیر زرخیز زمین میں بہت کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ بالخصوص دھان کی کاشت کے لئے۔ ماہرین کے ذریعے اس چلن کے ایک اہم مثبت پہلو کو جو بیان کیا گیا ہے، وہ ڈھلوان کے علاقے کے اوپری حصے سے اضافی پانی کی روانی حقیقی طور پر غذائیت سے مالا مال ہوتی ہے اور دھان کی کاشت کے لئے زیادہ مفید ہوتی ہے۔ بنچ ٹیرس ایگری کلچر کے طریقہ کار کے تحت جوار، لوبیا اور آلو جیسی فصلوں کی کاشت بالائی ڈھلوان علاقوں میں کی جاتی ہے۔ اسی کے اعتبار سے جن فصلوں کو آبپاشی میں زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے، انہیں ڈھلوانی علاقوں کے نشیبی حصوں میں اگایا جاتا ہے ان میں دھان اور کپاس اہم ہیں۔

شمال مشرق خطے بالخصوص ناگالینڈ، میگھالیہ اور منی پور جیسی ریاستوں کے کسانوں نے کئی دہائیوں سے زرعی طریقہ کار سے متعلق سخت محنت مشقت کے اعتبار سے اقتصادی محصول کی اہمیت کو بخوبی سمجھ لیا ہے۔ اس لئے شجر کاری پر مبنی زرعی چلن کو بھی مقامی کسانوں میں فروغ حاصل ہے جہاں اس شجر کاری کو کاشت کاری کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ زراعت کے لئے سازگار ماحولیاتی حالات پر بھی خاص توجہ دی گئی ہے۔ اس کے تحت مقامی ماہرین کا کہنا ہے کہ اناج، فائبر، میڈیسن اور دیگر زرعی پیداوار کے لئے درختوں کی اقسام کو بڑھایا جارہا ہے۔

زمین کا استعمال سبزیاں، پھل، جنگلاتی درختوں کی اقسام، پودے لگانے، فصلیں اور زرعی پیداوار کے لئے کیا جاتا ہے اور روایتی کاشت کاری میں کثیر المقاصد درختوں اور باڑیوں کی ترجیحات اقتصادی محصول اور استعمال کی بنیاد پر دریافت شدہ ہیں۔ جہاں تک خطے میں برسوں سے اقتصادی اور پائیدار طریقہ کار کا معاملہ ہے تو شمال مشرقی خطے کے لوگوں کا ایک عرصے سے بانس پر انحصار ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے کہ بانس یعنی بمبو کو جنگلاتی ماحولیاتی نظام میں ایک لازمی عنصر کی اہمیت حاصل ہے جو کہ شمال مشرقی خطے میں اہم ہے۔ قبائلی علاقوں اور میدانی علاقوں میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں بمبو کی مختلف اقسام کے استعمال کے سبب روایتی رہن سہن اور لوگوں کی طرز زندگی بہت حد تک بمبو پر منحصر ہے۔ یہاں یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ بمبو ماڈرن سوسائٹی کی سماجی وسیاسی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ ماحولیات دوست بمبو کی فصل میں دیہی معیشت میں سدھار، صنعتی ترقی اور ایک مستقل بنیاد پر خطے میں ایک مستحکم انسانی بنیاد رکھنے کی زبردست گنجائش ہے۔

سبز سونا

مرکزی بجٹ برائے سال 2019 میں بمبو کو سبز سونا جو کہا گیا ہے، وہ بالکل درست کہا گیا ہے۔

بمبو یقیناً گھاس کی ایک قسم ہے لیکن برسوں سے اسے ایک پیڑ کے طور پر زمرہ بندی میں شامل کیا جارہا ہے جس کے سبب شمال مشرقی خطے کے لوگ اس کا تجارتی فائدہ اٹھانے میں ناکام رہے ہیں۔ شمال مشرقی علاقے میں ہندوستان میں بمبو کی مجموعی پیداوار کا 68 فی صد کی پیداوار ہوتی ہے۔ اس لئے یہ خطہ جینیاتی وسائل سے مالا مال ہے۔ اعداد وشمار کے مطابق دنیا کے بمبو وسائل کا 30 فی صد ہندوستان کا حصہ ہے تاہم عالمی تجارت میں ہندوستان کا حصہ محض چار فی صد ہی ہے۔ اصل معاملہ کم پیداوار کا ہے، اس لئے حکومت ہند کے ذریعے شروع کئے گئے بمبو مشن کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

یہ مرکز کے ذریعے اسپانسر کی گئی اسکیم ہے جس میں 100 فی صد فنڈ حکومت ہند کی جانب سے ہے۔ اس اسکیم کا مقصد مختلف ریاستوں کے ساتھ رابطے کے ذریعے مخصوص اہداف کو حاصل کرنا ہے۔ ان اہداف میں بمبو اور بمبو پر مبنی دستکاری کو فروغ دینا اور ہنر مند اور غیر ہنر مند افراد بالخصوص بے روزگار نوجوانوں کے لئے روزگار کے مواقع فراہم کرنا ہے۔

شمال مشرق میں باشندے اور بمبو پیداوار کرنے والی نسلوں سے دیہی شہری مفاد کے لئے بمبو کا استعمال کررہے ہیں۔ لوگوں نے بمبو کا تجارتی استعمال کا آغاز کیا ہے کیوں کہ بمبو کو سالانہ پیداوار کے ساتھ غیر زرعی اراضی پر پیدا کیا جاسکتا ہے۔

صنعتی فوائد کے علاوہ یہاں کے لوگ بانس کی کونپلوں کو غذائیت سے بھر پور کھانے کے طور پر بھی استعمال کررہے ہیں۔ اس میں مختلف ادویات کی تیاری میں کام آنے والے اجزا بھی موجود ہیں۔ شمال مشرقی خطے کی میزورم، تری پورہ اور ناگالینڈ جیسی ریاستوں بانس کی کاشت کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ بانس اور اس کی کاشت کے زبردست فائدے ہیں جہاں ایک جانب یہ زمین کی زرخیزی میں اضافہ کرتا ہے، وہیں قابل زراعت زمین کے معیار میں سدھار کرتے ہیں جس میں پانی کو جذب کرنے کی صلاحیت میں سدھار، پانی کو حاصل کرنے کی زبردست صلاحیت، مفید

زراعت اور غذائی سلامتی شامل ہیں۔

مرکزی حکومت نے نومبر 2017 میں بانس کو درختوں کے زمرے سے نکال دیا اور اس کے نتیجے میں بانس کاٹنے، ٹرانزٹ اور پروسیسنگ سے متعلق ضوابط سہل تر بنائے گئے۔ اس کے ساتھ ہی 90 برسوں سے جاری پابندی کا خاتمہ ہوگیا اور بانس سے بنی مصنوعات کی آزادانہ برآمدات کو فروغ حاصل ہوا جس سے مواقع کی نئی راہیں کھل گئیں۔ اس اثنا میں منی پور اور اروناچل پردیش میں ریاستی حکومتوں نے آسام میں واقع نومالی گڑھ ریفائنری میں قائم ہونے والی بایو ریفائنری کو بانس کی سپلائی کی اجازت دے دی ہے جس سے معاشی سرگرمیاں تیز ہوئی ہیں۔

حکومت نے اس کے ساتھ ہی اختراعی حکمت عملیاں بھی تیار کی ہیں تاکہ بمبو سیکٹر بانس کی پیداوار کرنے کے لئے محصولیات کی فراہمی کا ایک مستقل ذریعہ بن سکے۔ بلا مبالغہ متعدد ریاستوں میں بانس کی شجرکاری کرنے والے مختلف مقامی گروپوں کو فائدہ ہوگا۔

مرکزی وزیر مالیات ارون جیٹلی نے مرکزی بجٹ برائے سال 2018-19 میں ایک جامع طرز فکر کے ساتھ نیشنل بمبو مشن کی از سر نو ڈھانچہ بندی کے لئے 1290 کروڑ روپے کی رقم مختص کیے ہیں۔

ایک سرکاری تخمینے کے مطابق تری پورہ جیسی ریاستوں میں بمبو سیکٹر بڑے پیمانے پر روزی روٹی فراہم کرنے والا اہم سیکٹر بن سکتا ہے اور کم سے کم بیس ہزار بانس کاشت کاری کو باعزت اور خود کفیل روزگار کے مواقع فراہم کرسکتا ہے۔

خطے میں بانس سے تیار ہونے والی مصنوعات اور بانس سے متعلق دیگر سامان اور اشیاء بہ آسانی دستیاب ہیں۔ ان میں سے چند مصنوعات درج ذیل کی فہرست پیش کی جارہی ہیں۔

ان میں بانس کا اچار، بانس کا سرکہ، گلدان، ٹوکریاں، اگربتی کی تلیاں، موبائل کور، ٹوتھ پیک، قلم دان، فرنیچر، اشیائے زیبائش، بانس کی خوردنی کا تیل، تابوت، جھاڑو، ٹی کوسٹر، کی چین، فوٹو فریم، پینٹنگز، ایش ٹرے سیڑھی اور یہاں تک کہ پانی کی بوتل کے کور شامل ہیں۔

مقامی فن کار اپنی روایتی صلاحیت اور ہنرمندی کے ساتھ بہت جنگلی پتیوں کی مدد سے خوب صورت بمبو ہیٹ تیار کرتے ہیں حالاں کہ بانس سے ہی ان خوب صورت اشیاء اور سامان کی برآمدات میں زبردست گنجائش ہے لیکن ابھی تک اس سے استفادہ نہیں کیا جاسکا ہے اور نجی فریقوں اور تجارتی اداروں کی زیادہ سے زیادہ شمولیت کی حوصلہ افزائی سے شمال مشرقی خطے کو زیادہ فائدہ ہوگا۔

اس کے علاوہ اسٹور ہاؤس میں استعمال کے مقصد سے بانس کے بنے ہوئے مختلف ڈبوں اور کوڑے دان کے توسط سے بانس کاشت کار استفادہ کرسکتے ہیں۔

مختلف سائزوں کے بانس کے بنے ہوئے کنٹینر دھان کے ذخیرے اور بیج کے مقصد کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ کنٹینر مضبوطی کے ساتھ بنے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کی اندر کی جانب مٹی سے پلاسٹر کیا جاتا ہے۔

بیج کے مقصد سے دھان کو عام طور سے ایک خاص بمبو کنٹینر میں اسٹور کیا جاتا ہے جسے میگھالیہ میں تیار کیا جاتا ہے۔ اس کنٹینر کو بانس کی پٹیوں سے ڈھیلا بنایا جاتا ہے۔

کنٹینر کو اندر کی جانب سے چاول کی چھال سے زیادہ سے زیادہ نرم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سے میگھالیہ کے کھاسی قبیلے کے ذریعے لکڑی کے ڈبے تیار کیے جاتے ہیں جنہیں ڈول کہا جاتا ہے۔ یہ دہری سطح والی بمبو باسکٹ ہوتی ہے جس پر دونوں جانب گوے کی بیٹ اور مٹی سے پلاسٹر کیا جاتا ہے۔ یہ باسکٹ غلہ کا ذخیرہ کرنے کیلئے بہت مفید ہوتی ہے۔

خطے کے کئی علاقوں میں جوار کو غیر بھوسی والی کنڈیشن میں اسٹور کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات بمبو باکس کو چوہوں کو دور رکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

اختتامیہ

ان تمام حقائق سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ شمال مشرقی خطہ کی زرعی سرگرمیوں کو نامیاتی کاشت بھی کہا جاتا ہے۔ وزیر اعظم جناب نریندر مودی نے سکم کو 18 جنوری 2016 کو ایک نامیاتی ریاست یعنی آرگینک اسٹیٹ قرار دیا تھا۔ اس کے بعد کے وقفے میں خطے میں نامیاتی زراعت کو فروغ دینے کے لئے مشن آرگینک ویلیو چین ڈیولپمنٹ فار نارتھ ایسٹرن ریجن کے نام سے ایک سنٹرل اسکیم شروع کی گئی۔ خطے کے لئے سال 2015 سے سال 2018 تک کے وقفے میں 400 کروڑ روپے کے مالی مصارف طے کیے گئے۔ حکومت ہند نے پر میرا گت کرشی وکاس یوجنا نامی ایک پروگرام کے تحت ملک میں نامیاتی زراعت والے علاقوں میں اضافے کے لئے خصوصی توجہ دی ہے۔

☆☆☆

کیاآپ جانتے ہیں

بین الاقوامی شمسی اتحاد (آئی ایس اے)

آئی ایس اے کے اغراض و مقاصد: بین الاقوامی شمسی اتحاد (آئی ایس اے) کے اغراض ومقاصد میں شمسی توانائی کی دولت سے نوازنے کے مابین تعاون کے لئے وقف ایک پلیٹ فارم مہیا کرانا تاکہ عالمی برادری بشمول کثیر جہتی تنظیموں، کارپوریٹ ادارے، صنعتیں اور دیگر متعلقین شمسی توانائی کے استعمال کے اضافے کے مقصد کے حصول میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔ شمسی توانائی کا استعمال محفوظ، سہل منافع بخش اور پائیدار طریقے سے کرنا ان کا نصب العین ہے۔ پہلے خط سرطان اور خط جدی کے درمیان واقع شمسی توانائی سے بھرپور ممالک کی توانائی کی ضروریات کو شمسی تکنالوجی کے ذریعہ پورا کرنے کے لئے کوئی مخصوص ادارہ نہیں تھا۔ ان میں سے بیشتر ممالک جغرافیائی لحاظ سے اس طور سے واقع ہیں اور ان سورج کی شعاعیں سب سے زیادہ جذب کرنے کا موقع ملتا ہے۔ سال بھر یہاں شمسی توانائی وافر مقدار میں دستیاب رہتی ہے جس کی وجہ سے شمسی توانائی کا حصول سستا بھی ہوتا ہے اور زیادہ دور کے لئے بھی یہاں سال میں تقریباً 30 دن شمسی توانائی دستیاب رہتی ہے۔

بیشتر ممالک میں زرعی آبادی زیادہ ہے۔ متعدد ممالک میں شمسی توانائی پیدا کرنے کے لئے بہتر ماحولیاتی نظام دستیاب نہیں ہیں۔ آفاقی توانائی دسترس کی عدم دستیابی اور توانائی کا غیر منعفت بخش ہوتا ایسے مسائل ہیں جن سے شمسی توانائی کی دولت سے مالامال ممالک دوچار ہیں۔ بین اقوامی شمسی اتحاد (آئی ایس اے) شمسی توانائی سے بھرپور ممالک کے اتحاد کے طور پر قائم کیا گیا تاکہ ان کی خصوصی توانائی ضروریات کا حل نکالا جاسکے اور ان کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کرایا جاسکے جہاں وہ اپنی کمیوں اور خامیوں کی شناخت کرکے ان کا سد باب کرسکیں۔ یہ ان کاموں سے پرہیز کرے گا جو دیگر ادارے اس سمت میں کررہے ہیں۔ دیگر اداروں میں بین اقوامی قابل تجدید توانائی (آئی آر ای این اے) قابل جدید توانائی اور توانائی کے استعمال کے لئے شراکت داری (آر ای ای پی) بین اقوامی توانائی ایجنسی (آئی ای اے) قابل تجدید توانائی پالیسی نیٹ ورک برائے اکیسویں صدی (آر ای این 21) اقوام متحدہ کے ادارے، دو طرفہ تنظیمیں وغیرہ شامل ہیں۔ یہ اتحاد اپنا نیٹ ورک قائم کرے گا اور ان اداروں سے رابطے قائم کرنے کی ان کی کوششوں کو مستحکم کرے گا۔

بین اقوامی شمسی اتحاد کا آغاز وزیراعظم نریندر نے اس وقت کے فرانسیسی صدر فرینکوئس ہولاندے کے ساتھ مل کر 30 نومبر 2015 میں پیرس میں منعقد ہوئی اقوام متحدہ کی آب وہوا کی تبدیلی سے متعلق کانفرنس میں کیا تھا۔ آئی ایس اے نے 2030 تک ایک ٹی ڈبلیو شمسی توانائی تیار کرنے کا ہدف مقرر کیا ہے جس کے لئے فرانس کے موجودہ صدر ایمونیل میکرون کے مطابق دس ارب امریکی ڈالر مطلوب ہوں گے۔

ہندوستان اس اتحاد کا بانی رکن ہے۔ اس کا اس اتحاد میں اہم کردار ہے۔ آئی ایس اے پہلا بین اقوامی ادارہ ہے جس کا دفتر ہندوستان میں ہوگا۔ ہندوستان نے 2022 تک GW-100 شمسی توانائی پیدا کرنے کا ہدف مقرر کیا ہے جو آئی ایس ایس ہدف کا دسواں حصہ ہے۔

بین اقوامی شمسی اتحاد (آئی ایس اے) نے 121 ممالک رکن بن سکتے ہیں جن میں سے بیشتر خط سرطان اور خط جدی کے مابین واقع ہیں۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں سال کے زیادہ تر حصے میں سورج کی روشنی دستیاب رہتی ہے۔

اب تک 56 ممالک نے بین اقوامی شمسی اتحاد معاہدے پر دستخط کئے ہیں۔ ان ممالک آسٹریلیا، بنگلہ دیش، بینن، برازیل، برکینا فاسو، کیب ورڈے، کمبوڈیا، چاڈ، چلی، کامروس، کوسٹا رچا، کوٹے ڈی آئیورے، کیوبا، ڈیجباؤٹی، ڈومنیکن ری پبلک، ڈی آر کانگو، ایکوٹوریل گونیا، ایتھوپیا، فجی، فرانس، گامبیا، گابون، گھانا، گونیا-بیساؤ، ہندوستان، کیریباتی، لائبیریا، مڈغاسکر، مالوا، مالی، ماریشش، موزمبیق، نورو، نائیجریا، پیرو، روانڈا، ساؤ ٹوم، سینیگل، سیچیلس، صومالیہ، جنوبی سوڈان، سری لنکا، سوڈان، سوری

نیم، ٹونگو، ٹونگا، تووالو، یو اے ای، یوگانڈا، ونوتو، وینزویلا اور یمن وغیرہ شامل ہیں۔

آئی ایس اے کے مقاصد: ان ممالک نے اپنی ضرورتوں کے مطابق شمسی توانائی فروغ میں پیش آنے والے مشترکہ مسائل کا اجتماعی حل تلاش کریں گے۔

1۔ رکن ممالک (شمسی توانائی کے لئے) رقوم، شمسی تکنالوجی، اختراع، تحقیق و ترقی اور صلاحیت سازی سمیت تمام شعبوں میں فروغ کے لئے رضا کارانہ طور پر پروگرام اور سرگرمیاں شروع کریں گے۔

2۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اراکین ایک دوسرے کے ساتھ قریبی تعاون کریں گے اور متعلقہ تنظیموں، سرکاری اور نجی متعلقین اور غیر رکن ممالک کے ساتھ باہمی مفید تعلقات استوار کریں گے۔

3۔ ہر رکن بین اقوامی شمسی اتحاد کے تحت جو بھی فائدہ حاصل کرے گا، اس میں دیگر ممالک کو شریک کرے گا اور اپنے استفادے میں ان کو شریک کرے گا۔ اتحاد کا دفتر ان تجزیوں کے اعداد وشمار اکٹھا کرے گا تاکہ تعاون کے لئے فائدوں اور دوسروں کو بہرآور کراسکے۔

پروگرام اور دیگر سرگرمیاں: 30 جون 2016 کو اتحاد نے شمسی توانائی کے لئے مالیہ کی فراہمی میں تیزی لانے کی غرض سے عالمی بینک سے ایک معاہدہ کیا۔ بینک 2030 تک مطلوب ایک کھرب امریکی ڈالر مالیت کی سرمایہ کاری جٹانے میں اہم کردار ادا کرے گا تاکہ بین اقوامی شمسی اتحاد (قابل قبول شمسی توانائی کے عظیم نشانے کو پورا کرسکے۔

مستقبل کے لئے توانائی کی عالمی چوٹی کانفرنس (ڈبلیو ایس ای ایس) میں جو جنوری 2018 کو دبئ میں منعقد کی گئی تھی، حکومت ہند نے اعلان کیا تھا کہ وہ شمسی توانائی کے پروجیکٹوں کو رقوم فراہم کرنے کی غرض سے 350 کروڑ امریکی ڈالر مالیت کا شمسی ترقیاتی فنڈ قائم کررہی ہے۔

☆☆☆

نریش چندر سکسینہ

شمال مشرق میں حکمرانی کو درپیش مسائل

اہداف کا تعین، واضح نتائج اور پورے علاقے کے لئے مربوط منصوبہ بندی سے شمال مشرق کو خود کفیل بننے کے لئے چست درست کیا جاسکتا ہے جس سے وہ قومی خزانے اور ملک کی معیشت میں مثبت رول ادا کرسکے۔ ضرورت ہے اس طریقہ کار کو شروع کرنے کی۔ اچھی حکمرانی کے لئے دیانت داری، شفافیت اور ذمہ داری کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ اخلاقیات اور حکمرانی نظام دونوں کے لئے منسلک معاملہ ہے۔

مضمون پلاننگ کمیشن کے سابق سکریٹری ہیں۔
naresh.saxena@gmail.com

شمال مشرقی علاقے ہندوستان کے پسماندہ علاقوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہاں کم فی کس آمدنی، نجی سرمایہ کاری کے فقدان، سرمایہ سازی کی ابتری حالت، بنیادی ڈھانچہ سہولیات کا فقدان، جغرافیائی طور پر الگ تھلگ ہونے اور قدرتی وسائل مثلاً معدنیات، پانی سے بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت اور جنگلات سے معقول طور پر استفادہ نہ کرنے کی وجہ سے پسماندگی ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے۔ ٹیکس کے طور پر قلیل وصولیابی اور داخلی ذرائع سے کم آمدنی کی وجہ سے یہ علاقہ کلی طور پر مرکزی امداد پر منحصر ہے۔ علاقہ کے صاحب حیثیت لوگ، اراضی اور جائیداد خریدنے پر سرمایہ کاری کرنا پسند کرتے ہیں اور ان پروجیکٹوں سے پرہیز کرتے ہیں جن میں خطرہ یا خدشتہ ہوتا ہے۔ ریاستوں کا حاشیائی لوکیشن، سنگلاخ زمین اور غیر معقول بنیادی ڈھانچے کی وجہ سے صنعتوں کا فروغ مسدود ہے۔

سکم اور تری پورہ اور کچھ حد تک میزورم کو چھوڑ کر دیگر ریاستیں اقتصادی ترقی میں ناکام رہی ہیں جیسا کہ ٹیبل ایک سے ظاہر ہے۔ 1970 کے اوائل تک آسام کا شمار ہندوستان کی امیر ریاستوں میں ہوتا تھا۔ البتہ اگلی 40 برسوں میں اس ریاست کی کارکردگی اچھی نہیں رہی اور اس کی صورت حال تمام شعبوں میں بگڑنے لگی کیوں کہ آسام میں شمال مشرقی علاقے کی 70 فی صد آبادی رہتی ہے، اس لئے اس میں آئے زوال کی وجہ سے اس علاقے کی مجموعی کارکردگی میں کمی واقع ہوئی ہے۔

اگر چہ شمال مشرق پر حکومت ہند کو زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ریاستوں کو خود بھی اپنے انتظامیہ کو چست درست کرنا ہوگا۔ داخلی ترقی کا مقصد اقتصادی نمو، غریبی کے خاتمے، سماجی پیمانوں میں سدھار اور عدم مساوات میں کمی ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ ماحول کو بھی کوئی گزند نہیں پہنچنا چاہئے۔ شمال مشرق میں ان پالیسیوں کو زیر عمل لانے کے لئے اچھی حکمرانی اور جواب دہ انتظامیہ کی ضرورت ہے جس کے بنا اچھی سے اچھی پالیسیاں اور قوانین محض کاغذ کی زینت بن کر رہ جاتے ہیں یا ناکام ہوجاتے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ شمال مشرقی علاقے میں ریاستی و ضلع سطح پر حکمرانی کافی کمزور ہے جس کی وجہ سے فنڈ پوری طرح استعمال نہیں ہو پاتے اور نگرانی کے فقدان کی وجہ سے نتائج مطلوبہ حاصل نہیں ہو پاتے۔ ترقی اور سماجی اہداف کے حصول میں یہ اہم رکاوٹیں ہیں جن کے حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

رقوم کا استعمال: شمال مشرق علاقے میں ایشیائی ترقی بینک اور عالمی بینک کی مدد سے جاری کچھ بیرونی پروجیکٹ مختلف ضوابط کی عدم تکمیل کے سبب التوا میں پڑے ہیں جس کی وجہ سے ان پروجیکٹوں میں مجموعی خرچ میں اضافہ نہیں ہوسکا ہے۔ یہی حال ریل پروجیکٹوں

کا ہے۔ پروجیکٹ لینڈ کے لئے بھی ریاستیں اراضی کی منتقلی میں تیزی نہیں لاسکی ہیں یا جنگلات سے متعلق منظوری نہیں دے سکی ہیں۔ لوک سبھا میں ایک غیر اسٹار شدہ سوال 287 کے جواب میں ڈونر وزارت نے 22.07.2015 میں اعتراف کیا ہے کہ تاخیر کی اہم وجہ پروجیکٹ کی منظوری اور رقوم کی فراہمی کے مابین وقت کا زیاں ہے۔ ریاستی حکومتوں کی طرف سے استعمال سے متعلق تصدیق ناموں کی وقت پر عدم فراہمی، اراضی کی حصولیابی سے متعلق اور محکمہ جنگلات سے کلیئرنس، امن وقانون کی موجودہ صورت حال اور زیادہ بارش کی وجہ سے کام کرنے کے اوقات میں کمی ہیں۔

سی اے جی کی رپورٹ کے مطابق (2015 کی ایک رپورٹ) جو منی پور کے صفائی ستھرائی کے پروگرام کے بارے میں ہے، منصوبہ بندی کے طریقہ کار میں دیہی علاقوں میں مستفید ہونے والوں کی ضروریات کا معقول اور جامع جائزہ نہیں لیا گیا۔ قابل اعتماد اعداد وشمار دستیاب نہیں ہے۔ پی آئی پی (Project Implementation Plan) کی تیاری میں علاقہ کے لوگوں کو شریک نہیں کیا گیا مالی انتظام کارگر نہیں تھا جس سے رقوم کے اجرا میں تاخیر ہوئی، ریاست کی طرف فراہم کی جانے والی رقم پوری نہیں ملی، بقایاجات میں اضافہ ہوا اور ناقابل قبول ادائیگیوں اور قابل ترک اخراج کی وجہ سے رقوم میں تخفیف واقع ہوئی۔ نہ تو مستفید ہونے والے افراد کے تجزیہ/شناخت کے لئے کوئی باقاعدہ طور پر جانچ نہیں کی جاتی۔ محکمے ان کی تصدی کرنے میں ناکام ہیں اور جواب دہی بالکل ناپید ہے۔

ٹیبل 2۔ معمول سے بہت کم وزن رکھنے والے بچوں کا فی صد سرکاری اعداد و شمار بمقابلہ یونی سیف دریافت

	سرکاری اعداد وشمار	یونی سیف کے اعداد وشمار
اروناچل پردیش	0.00	13.30
آسام	0.86	7.00
منی پور	0.02	3.50
میگھالیہ	0.14	16.00
میزورم	0.31	6.20
ناگالینڈ	0.20	7.90
سکم	0.07	6.50
تری پورہ	0.25	16.80
ہندوستان	1.61	9.40

ضابطے تھے نہ ہی ان کے بیت الخلاؤں کی دیکھ ریکھ کا کوئی نظام۔

ایم اینڈ ای کی بہتری: آ جکل ہر سطح پر افسران اطلاعات اور معلومات اکٹھا کرنے اور ان کو پیش کرنے پر بہت وقت لگاتے ہیں لیکن اس معلومات کا استعمال غلطیوں کو سدھارنے اور خامیوں کو دور کرنے یا تجزیہ کے لئے نہیں کیا جاتا بلکہ اوپر افسروں تک پہنچانے کے لئے کیا جاتا ہے یا پھر اسمبلی کے سوالات کے جوابات دینے کیلئے۔ جو اعداد وشمار اکٹھا کئے جاتے ہیں، ان کی مثال کے طور پر ریاستی حکومتوں کے مطابق شمال مشرقی ریاستوں میں تغذیہ کے شکار بچوں کا فی صد ایک سے بھی کم ہے جب کہ یونی سیف کے آزاد ذرائع کے مطابق 2014 میں یہ فی صد بہت زیادہ تھا۔ یہ منی پور میں 3.5 فی صد سے لے کر میگھالیہ اور تری پورہ میں 16 فی صد تھا۔

ان اعداد و شمار کے فرق کو ختم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ طریقہ کار میں سدھار کی ضرورت ہے تا کہ اکٹھا کیا گیا ڈاٹا مصدقہ اور قابل اعتبار ہو اور تجزیہ کئے گئے ڈاٹا سے مماثل ہو۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ریاست کی سرکاریں اعداد وشمار کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں جو اضلاع سے اکٹھا کیا جاتا ہے۔ اس سے نگرانی نظام غیر موثر اور جواب دہی بے معنی ہوکر رہ جاتی ہے۔

ای حکمرانی کا فروغ: ای حکمرانی سے مراد ہے معلومات اور ٹیلی مواصلات (آئی سی ٹی) کے استعمال کے ذریعے حکومت کو زیادہ قابل دسترس، موثر اور جواب دہ بنانا۔ ای حکمرانی کے توسط سے ایسی تکنالوجی کا استعمال کیا جاتا ہے جس سے شفافیت آئے۔ فاصلے اور

ٹیبل 1۔ 05-2004 کی قیمتوں پر مبنی شمال مشرقی ریاستوں کی فی کس این ایس ڈی

	2005-06	2015-16	سالانہ شرح ترقی 2005-16
آندھرا پردیش	26870	39107	3.82
آسام	17050	26413	4.47
منی پور	19479	26301	3.05
میگھالیہ	25642	38601	4.18
میزورم	25826	44773	5.66
ناگالینڈ	33072	50327	4.29
سکم	29008	92328	12.27
تری پوری	25688	55322	7.97
ہندوستان	28639	52833	6.32

دوریاں ختم ہوں اور لوگوں کو اختیار تفویض ہوں تا کہ وہ ان کی زندگی پر اثر انداز سیاسی نظام میں شریک ہوسکیں۔ اگر چہ ای حکمرانی میں وہ صلاحیت ہے کہ وہ تمام لوگوں کو استفادہ پہنچا سکتی ہے لیکن ای حکمرانی کی معلومات تعلیم یافتہ اور پیشہ ورانہ افراد تک ہی محدود ہے۔ بیشتر افراد ابھی بھی اس کے فائدوں اور صلاحیتوں سے لاعلم ہیں۔

آسام پر عالمی بینک کی رپورٹ (No: ACS2740) کے مطابق ریاست میں مربوط آئی سی ٹی منصوبے کا فقدان ہے اور خدمات کی فراہمی کے لئے ایسا کوئی لائحہ عمل ندارد ہے جس کے پس پشت ایک مستحکم آئی سی ٹی بنیادی ڈھانچہ دستیاب ہو۔ ایک ایسا مشترک آئی سی ٹی نظام درکار ہے جو وراثتی مسائل، بنیادی ڈھانچے کے فقدان، افقی رابطوں، وسیع نیٹ ورک اور ڈاٹا مراکز، مستحکم آئی سی ٹی، معیار اور درمیانی رابطوں، مستقبل کی ترقی اور تکنالوجی اور اس کے استعمال سے متعلق پیمانے فراہم کرے۔ ہر محکمے کو ایسا آئی سی ٹی نظام وضع کرنا چاہئے جس میں خدمات، منسلک ضروریات، افقی رابطوں کے لئے درکار ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت ہو اور جو جس کے استعمال سے کارکردگی اور جواب دہی میں اضافہ ہو۔

اسی طرح سے ناگالینڈ میں قومی صحت مشن کی کامیابی کے بارے میں دسویں مشترکہ جائزہ مشن (2017) سے ظاہر ہوا کہ صحت کے لئے اطلاعاتی تکنالوجی کا استعمال قابل اطمینان نہیں ہے۔ ریاست میں ٹیلی میڈیشن یا ایم ہیلتھ کی سہولیات میسر نہیں ہیں ۔ ریاست میں آرسی ایچ (Reproductive and Child Health) پر مبنی کوئی لائحہ عمل شروع نہیں کیا گیا ہے۔ انونٹری کا کام کمپیوٹر کے ذریعہ نہیں کیا جاتا اور اے این ایم کے ذریعہ مستفیدین کی تلاش کی صورت حال ابتر ہے۔ دشوار گزار علاقہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کے مابین رابطوں کی کمی ہے اور فون وانٹرنیٹ سہولیات بھی اطمینان بخش نہیں ہیں۔ تری پورہ کے دھلائی ضلع میں کھاتے کمپیوٹر پر نہ چڑھائے جانے کے باعث آشا کارکنوں کو کمیشن کی ادائیگی میں ایک سال کی تاخیر ہو رہی ہے۔

اس کے برعکس ہندوستان کی متعدد ریاستیں ایسی ہیں جہاں ہدف بند خوراک کا عوامی تقسیم نظام میں شروع سی آخر تک کمپیوٹر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ آسام، بہار، چھتیس گڑھ، کرناٹک، اترپردیش اور مغربی بنگال کی چھ ریاستوں میں خوراک کی عوامی تقسیم نظام کے مطالعے سے جسے وزارت کے زیر نگرانی کرلیا گیا تھا (منتخبہ ریاستوں میں ہدف بند خوراک کی عوامی تقسم نظام کا تجرباتی مطالعہ) این سی اے ای آر ستمبر 2015) سے درج ذیل حقائق کا اظہار ہوتا ہے۔ اسکیم سے مستفید ہونے والے گھروں کو شامل نہ کرنے کی غلطی سب سے کم چھتیس گڑھ میں پائی گئی یعنی صرف دو فی صد جب کہ آسام میں یہ سب سے زیادہ 71 فی صد تھی۔

ٹیبل 3۔ آسام بمقابلہ چھتیس گڑھ

	آسام	چھتیس گڑھ
رقبہ (000 مربع کلومیٹر	135	78.4
آبادی (کروڑ میں)	3.12	2.55
خط افلاس سے نیچے کا فی صد (2011-12)	32%	40%
2015-16 میں مالی کمیشن کے انکشافات (کروڑ میں)	17,401	13,490
2014-15 کا منصوبہ رقم (کروڑ میں)	18,000	32,710
2014-15 کے لئے فی کس بجٹ کا اختصاص	5,775	12,807
سرکاری ملازمین کی تعداد (000 میں)	316	122

سماجی آڈٹ کے اعتبار سے اختیارات کی تفویض سے نگرانی نظام اور ویجیلنس بنیادی سطح پر کافی مستحکم ہوں گے اور ان سے حکمرانی کے اعلی پیمانے حاصل ہوں گے۔ اس کے علاوہ صلاحیت سازی اور ادارہ سازی کی اہمیت سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔

☆ چھتیس گڑھ میں خرد برد سب سے کم پائی گئی جس کے بعد بہار کا نمبر آتا ہے۔ آسام، اترپردیش اور مغربی بنگال میں یہ نسبتاً زیادہ ہے۔

☆ آسام میں ویجیلنس نگرانی سب سے کم ہے۔

☆ آسام میں لوگوں نے بی پی ایل کارڈ حاصل کرنے کے لئے 3000 روپے تک خرچ کئے۔ چھتیس گڑھ میں یہ بہت معمولی ہے۔

☆ کھیارا اور بونگئی گاؤں میں کارڈ ہولڈروں کو کبھی پورا سامان نہیں ملتا کیوں کہ ڈیلر فی کارڈ تین سے چار کلو ہضم کر لیتے ہیں۔ اس بات کی تصدیق خود ڈیلروں نے کی ہے۔ ان کی دلیل ہے کہ حکومت ٹرانسپورٹ پر آنے والے خرچ کو واپس نہیں کرتی۔

ناکارہ نوکر شاہی: اگر چہ مندرجہ بالا کئی خامیاں متعدد ریاستوں میں مشترک ہیں لیکن شمال مشرقی علاقے میں دو خامیاں خاص ہیں۔ ایک یہ کہ شمال مشرقی ریاستوں میں غیر منصوبہ بند خرچ بہت زیادہ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں گروپ سی اور ڈی عملے کی تعداد بہت زیادہ ہے مثلاً کلرک، چپراسی وغیرہ جس کی اب ضرورت نہیں ہے، اس کی وجہ سے شمال مشرقی ریاستوں میں منصوبہ بند خرچ کے لئے رقوم کی قلت ہوجاتی ہے۔ اگر چہ مرکز کی طرف سے وافر رقوم فراہم کی جاتی ہیں۔

مثال کے طور پر 2014-15 کے لئے آسام کا فی کس سرمایہ کاری منصوبہ 5775 روپے تھا جب کہ غرباء کی

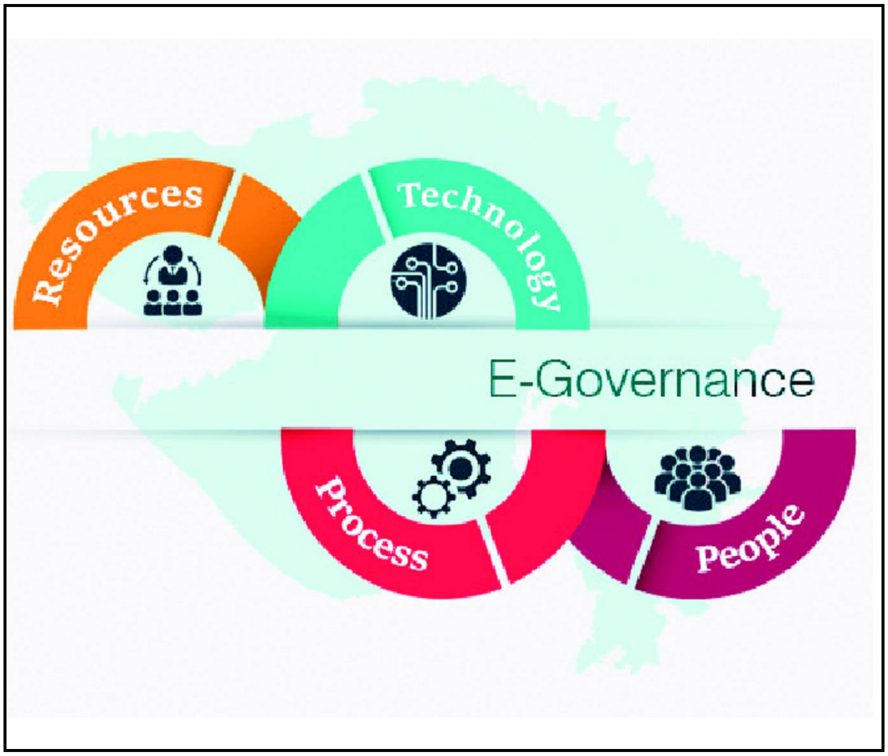

مماثل آبادی والے چھتیس گڑھ کا فی کس منصوبہ 12807 روپے تھا۔ اس کی بنیادی وجہ آسام میں تنخواہوں کا زیادہ بوجھ ہے۔ دونوں ریاستوں کا موازنہ درج ذیل ٹیبل تین میں دیا گیا ہے۔

شمال مشرقی ریاستوں میں انتظامیہ میں ناکارہ یا فضول عملے کی تعداد زیادہ ہے جس سے انتظامیہ کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ ضرورت سے زیادہ عملے کی وجہ سے عملے سے متعلق ضوابط ٹھیک سے کام نہیں کرتے اور تنخواہوں کا بل غیر ضروری طور پر بڑھتا رہتا ہے۔ سرکاری نوکروں کی زیادہ تعداد کے علاوہ مہارت کی کمی غیر ضروری عملے مثلاً کلرکوں، چپراسیوں اور ڈرائیوروں کو اور زیادہ ناکارہ بنا دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی سماجی شعبے کے اہم مراکز میں عملے کی کمی رہتی ہے مثلاً نرسوں، ڈاکٹروں اساتذہ، ججوں اور یہاں تک کہ پولیس والوں کا فقدان ہے۔ غیر مفید انتظامی ڈھانچوں جو کہ محکموں میں بھی دوسرے کام کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، غیر اطمینان بخش نظام اور طریقہ کار، افرادی وسائل کا ابتر انتظام اور غیر معقول رعایتوں کی وجہ سے انتظامی صلاحیت اتنی کم ہوجاتی ہے کہ اہم سرکاری کام اطمینان بخش طور پر نہیں ہو پاتے۔

ایک اور مسئلہ جو شمال مشرقی علاقے سے خصوصی طور پر جڑا ہوا ہے، وہ ہی بند کلچر (ریاست بند) آسام، منی پور اور ناگالینڈ میں یہ زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ یہ کلچر انفرادی حقوق کی پامالی کے مترادف ہے۔ اس سے علاقہ کی حکمرانی ڈھانچے کے غیر موثر ہونے کا اشارہ ملتا ہے اور آئین کے خلاف ہے۔ آسام میں بند کا اثر تمام شمال مشرق پر پڑتا ہے کیوں کہ چاول، دالیں، ادویات، سبزیاں اور مرغ وغیرہ جیسی بنیادی ضروری اشیاء یہاں سے ہی دیگر ریاستوں تک پہنچتی ہیں۔ چاہے وہ بذریعہ سڑک ہوں یا بذریعہ ریل۔ اب وقت آگیا ہے کہ آسام، منی پور اور ناگالینڈ کے عوام کو بند کے منفی کلچر کے خلاف آواز اٹھائیں۔ بند کا انعقاد مسلح گروپ کرتے ہیں جو صرف اپنے مفادات کو پیش نظر رکھتے ہیں اور ریاستی سرکاروں غیر موثر اور ناکارہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔

صرف اسی صورت میں ہم اپنی مستقبل میں آنے والی نسلوں کے لئے خوش حال اور پرامن زندگی کو ممکن بنا سکتے ہیں۔

ماحصل: ہمیں آئندہ دس برسوں میں شمال مشرقی علاقے اور ملک کے دیگر حصوں کی مابین ترقی کی شرح میں اس فرق کو نہ صرف کم کرنا ہے بلکہ ختم کرنا ہے تاکہ حکمرانی کو مزید بہتر بنایا جاسکے اور اس علاقے میں مالی ذرائع کی دسترس کو سہل بنایا جائے۔ مالی ذرائع کی دستیابی ہی نہیں بلکہ شمال مشرق میں انفرادی اور ادارہ جاتی کوششوں کی ضرورت ہے تاکہ دستیاب وسائل کو بھرپور طور پر بروئے کار لایا جاسکے جو ترقی کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہورہی ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ملک کے ہر حصے سے تکنیکی امداد کی ضرورت ہے اور خود شمال مشرق سے حکمراں کے لئے تمام سطحوں پر یہ کوششیں درکار ہیں۔ اداروں کی تعمیر سے مراد ہے ریاستی محکموں اور ایجنسیوں کو مستحکم کرنا نیز سول سوسائٹی اور ریاستی حکومتوں کے مابین مفید شراکت کو فروغ دینا۔ بلدیاتی اداروں کا استحکام خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ وہ شعبے ہیں جہاں حکومت ہند مستقبل میں توجہ مرکوز کرنا چاہئے گی۔

اہداف کا تعین، واضح نتائج اور پورے علاقے کے لئے مربوط منصوبہ بندی سے شمال مشرق کو خود کفیل بننے کے لئے چست درست کیا جاسکتا ہے جس سے وہ قومی خزانے اور ملک کی معیشت میں مثبت رول ادا کرسکے۔ ضرورت ہے اس طریقہ کار کو شروع کرنے کی۔ اچھی حکمرانی کے لئے دیانت داری، شفافیت اور ذمہ داری کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ اخلاقیات اور حکمرانی نظام دونوں کے لئے منسلک معاملہ ہے۔ سماجی آڈٹ کے اعتبار سے اختیارات کی تفویض سے نگرانی نظام اور ویجیلنس بنیادی سطح پر کافی مستحکم ہوں گے اور ان سے حکمرانی کے اعلیٰ پیمانے حاصل ہوں گے۔ اس کے علاوہ صلاحیت سازی اور ادارہ سازی کی اہمیت سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔

☆☆☆

ایبوسنجیب گرگ

شمال مشرق میں ہنرمندی کا فروغ

اکیسویں صدی کے اقتصادی نظام نے معیشت کے نئے مفاہیم اور اقتصادی سرمایہ کاری اور ملک کے استحکام کی نئی تعریفیں عطا کی ہیں۔ معاشی استحکام کا ایک پہلو ملک کی آبادی کا استفادہ ہے۔ آبادی کے استفادے سے مراد ملک کی کل آبادی کے مقابلے کام کرنے والی آبادی (15 تا 64 برس) کے فی صد میں تیزی سے اضافہ ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں میں جہاں دیگر ممالک میں کام کاج والی آبادی میں تخفیف ہوئی ہندوستان میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ دنیا بھر کے اقتصادی ماہرین نے ہندوستان کی آبادی کے اس فائدے کو آئندہ دہے میں ہندوستان کو 50 ارب ڈالر کی معیشت بنانے میں اہم پہلو قرار دیا ہے۔

اس مقصد کے حصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہندوستان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی کام کرنے والی آبادی کو اس طرح تیار کرے کہ وہ نعمت کا بھرپور فائدہ اٹھا سکے۔ اس کے لئے ہنرمندی کی ترقی اہمیت کی حامل ہے۔ جولائی 2015 کی دستاویز کے مطابق جو حکومت ہند نے ہنرمندی کی ترقی کی اہمیت کی حامل ہے۔ جولائی 2015 کی دستاویز کے مطابق حکومت ہند نے ہنرمندی کی ترقی کے سلسلے میں جاری کیا تھا۔ کسی بھی سرکاری اسکیم میں ہنرمندی کی ترقی سے مراد ایسی تربیت ہے جو کسی خاص شعبے کے لئے مطلوب ہو اور جس سے روزگار حاصل کیا جاسکے یا ایسی کارکردگی جس کے توسط سے کوئی بھی فرد ہنر حاصل کرسکے اور جس کی تصدیق کسی بھی آزاد ادارے یا ایجنسی سے ہو جو اس فرد کو روزگار حاصل کرنے میں معاون ہو اور اس کی آمدنی یا کام کرنے کی جگہ پر سہولیات کی دستیابی میں مدد کرے۔ اس طرح سے کسی بھی ہنرمند کو اس کی ہنرمندی یا مہارت کے لئے ایک سند مل جاتی ہے اور وہ غیر تصدیق شدہ روزگار سے تصدیق شدہ روزگار میں منتقل ہوسکتا ہے یا اعلی تعلیم/تربیت حاصل کرسکتا ہے۔ ہنرمندی کی ترقی کا مطلب ہے کہ کسی بھی فرد کو مخصوص شعبے میں تربیت فراہم کرنا تاکہ وہ اپنی صلاحیت اور ہنرمندی کے مطابق روزگار حاصل کرسکے۔

گزشتہ دس برسوں میں آنے والی حکومتوں نے اقتصادی ترقی کے لئے ہنرمندی کے فروغ کو اپنی اہم ترجیحات میں شامل کیا ہے۔ آجکل بھی ایک مکمل وزارت ہنرمندی کی ترقی اور بیوپار کے کنٹرول کے لئے وقف ہے جو ملک میں ہنرمندی کے فروغ پر توجہ مرکوز کئے ہوئے ہے جب کہ ریاستوں میں بھی ہنرمندی ترقی مشن (ایس ایس ڈی ایم) کی شکل میں اسی طرح کے مرکزی ادارے میں اس کام کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

ہنرمندی کا فروغ ملک کے طول و عرض پر محیط ہے، اس لئے شمال مشرقی ہندوستان میں اس کی صورت کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں شمال مشرق نے حکمرانی میں اچھا مقام حاصل کرلیا ہے۔ اس کی اس کامیابی کے پیش نظر شمال مشرق کو نئے ہندوستان کی ترقی کا انجن کا مقام دیا جاسکتا ہے۔ اس علاقے میں ہنرمندی کی ترقی کی صورت حال شمال مشرق میں دی جارہی توجہ کے عین مطابق ہے۔

اروناچل پردیش میں حکومت شمال مشرق ترقی مالی کارپوریشن (این ای ڈی ایف) کے توسط سے ایک مطالعہ کرارہی ہے تاکہ ریاست میں ہنرمندی کے فروغ کے لئے ٹھوس بنیاد فراہم کی جاسکے۔ حکومت نے پردھان منتری کوشل وکاس یوجنا (پی ایم کے وی وائی) کے تحت 87000 نوجوانوں کو روزگار فراہم کرنے کا ہدف مقرر کیا ہے۔ اس کے علاوہ 2018-19 کی دوران چار نئے آئی آئی ٹی بھی کھولنے کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ ہنرمندی کی ترقی اور بیوپار کے محکمے نے دیہی ہنرمندی کی ترقی تربیت مراکز قائم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہ ادارے نجی سرکاری شراکت داری نظم کے تحت ریاست بھر میں قائم کئے جائیں گے۔ ہنرمندی کی ترقی کے مقصد سے ایک منفرد یونیورسٹی تکمیل کے مراحل میں ہے جب کہ ملک کا پہلا ہوم اسٹے اسکل ڈیولپمنٹ پروگرام یعنی ہنرمندی کی ترقی کے لئے اقامتی مرکز توانگ میں قائم کیا گیا ہے۔

مصنف آئی آر ایس ہیں۔ فی الحال وہ دہلی میں بطور اسسٹنٹ کمشنر کے طور پر فائز ہیں۔
pabloo8690@gmail.com

آسام میں ہنرمندی کی ترقی امپلائمنٹ جنریشن مشن (ای جی ایم) کے تحت اور آسام اسٹیٹ لائیولی ہڈ مشن ونیشنل اربن لائیولی ہڈمشن (این یوایل ایم) کے تحت کی جارہی ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں ان اسکیموں نے خاطر خواہ کامیابی حاصل کی ہے۔ 2017 کے اواخر میں اعلان کیا گیا تھا کہ ریاست بھر میں روزگار مراکز کو ہنرمندی کی ترقی کے مراکز میں تبدیل کر دیا جائے گا۔

آسام میں ہندمنری کی ترقی سے متعلق حصولیابیوں کی تشہیر کی جاسکے۔ آسام سرکار نے آئندہ چند برسوں میں تین لاکھ نئے لوگوں کوتربیت فراہم کرنے

کا نشانہ مقرر کیا ہے۔ آسام ملک کی پہلی ریاست ہے جہاں بندر چندر پور کو ہنر کھانے کے لئے کارا گھر پوداکار گھر اسکیم کی شروع کی ہے تاکہ جب وہ قومی دھارے میں واپس ہوں تو اپنا مفید کردار ادا کرسکیں۔ علاوہ ازیں حکومت نے سسکو اور ڈابر جیسی کمپنیوں کی شراکت میں شعبہ جاتی ہنرمندی پروگرام شروع کررکھے ہیں جو آنے والے وقت میں بہت مفید ثابت ہوں گے۔

منی پور نے ہنرمندی کے فروغ کے لئے متعدد کمیٹیاں قائم کی ہے جو متعلقین کے ساتھ مل کر اس کام کو آگے بڑھا رہی ہیں منی پور حکومت نے حال ہی میں ڈیڑھ لاکھ روزگار فراہم کرنے کا نشانہ مقرر کیا ہے جس کے تحت ہر گھر میں کم از کم ایک روزگار مہیا کرایا جائے گا۔ ریاست میں چالیس کالجوں میں پیشہ ورانہ تربیت کورس قائم کئے گئے ہیں۔ حکومت قبائلی خواتین اور خود سپردگی کرنے والے جنگجوؤں کو ہنر سکھانے کے لئے خصوصی توجہ صرف کررہی ہے۔

میگھالیہ میں ریاستی ہنر کی ترقی سے متعلق انجمن نے پہلے مرحلے میں 7700 نوجوان کو ہنرمندی کی تربیت فراہم کی ہے اور اب ان کو مختلف ضلعوں میں روزگار دلانے میں مصروف ہے۔ ڈی ڈی یو۔ جی کے وائی (دین دیال اپادھیائے گرامین کوشل یوجنا) کا مقصد دیہی علاقوں سے نوجوانوں کوتربیت دے کر روزگار کے قابل بنانا ہے۔ میگھالیہ حکومت نے چند اہم شعبوں کی شناخت کی ہے جن میں اس اسکیم کے تحت روزگار فراہم کیا جائے گا۔ ان شعبوں میں سیاحت، آٹوموبائل مکینک اور ہاؤس کیپنگ شامل ہیں۔

میزورم اور ناگالینڈ نے اپنی ہنرمندی کی ترقی کی اسکیمیں ملک کے ترقیاتی اہداف کے مطابق وضع کی ہیں۔ تریپورہ نے ریاست میں ہنرمندی کی ترقی کے لئے علاحدہ سے ریاستی ہنرمندی کی ترقی کا مشن وضع کیا ہے۔ سکم میں لائیولی ہڈ اسکول شروع کئے گئے ہیں تاکہ نوجوانوں کو مختلف شعبوں میں ہنرمندی کی تربیت دی جاسکے۔ ان شعبوں میں فنون اور دستکاری بھی شامل ہیں۔ سکم میں ان اسکولوں کی کارکردگی قابل ستائش ہے۔ ان اسکولوں نے فنون اور دستکاری صنعتوں کی احیا کا کام کیا ہے۔ جاپان کے ایڈوروک مرکز نے ہنرمندی کی ترقی کا پہلا مرکز یہاں کھولا ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ شمال مشرق میں ہنرمندی کی ترقی نے رفتار پکڑی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کو متعدد مسائل کا سامنا ہے۔ اس رفتار کو برقرار رکھنے کے لئے نئے اور اختراعی اقدامات کی فوری ضرورت ہے۔ ان میں پہلا قدم یہ ہوسکتا ہے کہ ہر ریاست میں ہنرمندی کے پیمانے متعین کئے جائیں۔ پیمانوں کے تعین سے ایک خصوصی شعبے میں روایتی علم کو ناپنے اور اس کو ہنر میں تبدیل کرنے کے اقدامات کئے جائیں تاکہ وہ ہنر ان کے لئے روزگار جٹانے کا وسیلہ بن جائے۔ ہنرمندی کے اس طرح کے تعین کے لئے نشیبی علاقوں پر توجہ مرکوز کی جانی چاہئے تاکہ مقامی نوجوانوں کو معقول روزگار فراہم ہوسکے اور شہری علاقوں میں ہجرت پر قدغن لگایا جاسکے۔

آسام حکومت نے اس سلسلے میں ایک لائحہ عمل اور خاکہ پہلے ہی تیار کر رکھا ہے۔ مثال کے طور پر آسام کے بارپیٹا ضلع میں جو پٹاخہ سازی اور دھات کی دست کاری کے لئے مشہور ہے، آئی ٹی آئی اور دیگر ادارے قائم ہیں جو ان شعبوں میں علم کی ترسیل میں مصروف ہیں۔ ان اداروں میں نصابوں پر نظر ثانی کرکے ان کو روایتی علم کے موثر اور مفید استعمال کا وسیلہ بنایا جاسکتا ہے تاکہ نوجوانوں کو روزگار مہیا ہوسکے۔ اس کے ساتھ ہی ان علاقوں میں بہت چھوٹی، چھوٹی اور اوسط درجے کی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے۔ اس ماحول سے ہنر کی ترقی مستحکم ہوگی اور روزگار مہیا ہوگا۔ کچھار ضلع میں بھی اسی طرح کا طریقہ کار استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ علاقہ برتن سازی اور سیتل پتی کے کام کے لئے مشہور ہے۔ سونت پور ضلع کو چاول مل مرکز بنایا جاسکتا ہے۔ اس میں مہارت اور تجربہ دونوں موجود ہیں۔

دیگر شمال مشرقی ریاستوں میں ضرورت کے مطابق اپنے خصوصی ہنرمندی کی ترقی کے پروگرام وضع کئے جاسکتے ہیں جن میں روایتی علم، ماحول اور تاریخی اور جغرافیائی خصوصیاتی کا استعمال ہوسکے۔ تری پورہ اپنی صلاحیتوں اور استعداد کو بروئے کار لاکر ربڑ پیداوار کا بڑا

مرکز بن سکتا ہے۔ تری پورہ میں تیار کی جانے والی ربڑ ہمسایہ ممالک میں برآمد کی جاسکتی ہے۔ شمال مشرق کو ریل کے ذریعے مشرق ایشیائی ممالک سے جوڑنے کے حالیہ منصوبے سے اس تجارت کو اور جلا ملے گی۔ اس کے لئے ربڑ صنعت کے لئے کارندوں کو تربیت فراہم کرنے کی فوری ضرورت ہے۔ ناگالینڈ کا ہارن بل تیوہار ملک گیر اہمیت اختیار کرگیا ہے۔ اس پر توجہ مرکوز کی جانے کی ضرورت ہے۔ سیاحت کو عمومی منظر نامے سے ہٹ کر خصوصی شعبوں پر مرکوز کیا جانا چاہئے۔ مثال کے طور پر میگھالیہ میں سہرا، دوکی، اور غیر معروف جنتیا پہاڑیوں کو سیاحتی مراکز کے طور پر ترقی دی جانی چاہئے جہاں خوراک ،مشروبات ، میزبانی، ایڈونچر، پورٹس وغیرہ پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔

ہنرمندی کی ترقی کو بین اقوامی بازار سے بھی منسلک ترقی کی ضرورت ہے تاکہ اس کو زیادہ کارآمد اور منافع بخش بنایا جاسکے۔ اس کے لئے وہاں دستیاب روایتی علم اور منظم کرکے ہمسایہ ممالک میں خصوصی مصنوعات کو فروخت کیا جاسکتا ہے۔ یہ طریقہ کار بنگلہ دیش میں کارآمد ثابت ہوا ہے۔ جہاں جھینگا پر مبنی خوردنی اشیاء تیار کی جاتی ہیں۔ بنگلہ دیش کی خوردنی اشیاء تیار کرنے والی کمپنی نے لیچی کے جوس کی شکل میں کمپنی نے شمال مشرق کے بازار میں اچھی جگہ بنائی ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں کمپنی نے شمال مشرقی علاقوں کے بازاروں میں اپنا دبدبہ قائم کرلیا ہے۔ شمال مشرقی ریاستوں کو سرحد پار کے اس کاروبار سے بھی فائدہ اٹھانا چاہئے اور ایسی صنعتیں قائم کرنی چاہئیں جن کی مصنوعات ہمسایہ ممالک میں مطلوب ہے۔ مثال کے طور پر گمچھا (تولیہ) اور شال جو شمال مشرق میں کثرت سے استعمال کیے جاتے ہیں ، ہمسایہ ممالک کے بازاروں کے لئے بھی تیار کیے جاسکتے ہیں۔ بنگلہ دیش کی جھینگا خوردنی اشیاء کی طرز پر شمال مشرق ریاستیں بھی اپنے لئے ایسے ہی بازاروں کی شناخت کرسکتی ہیں۔ شمال مشرق ریاستیں مشرق ایشیائی ہمسایوں کی قربت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی معاشی خوش حالی کو مستحکم کرسکتی ہیں۔

تیسرا قدم ہے نیشنل اسکلس کوالی فیکیشن فریم ورک (ایس ایس کیوایف) کے معیارات کو اپنا کر نتائج پر مبنی طریقہ کار کا استعمال۔ اس طریقہ کار کو اپنانے کے بعد ہر ریاست کی کارکردگی اور اس کی خامیوں کی نشاندہی کرکے ان کا سد باب کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے۔

نوجوان اور حوصلہ گیر نوجوانوں کو کم عمر سے ہی تربیت فراہم کی جاسکتی ہے۔ اس سے اسکول چھوڑنے والے یا تعلیم چھوڑ دینے کے واقعات میں کمی واقع ہوگی۔ اس سمت میں اسکولوں میں پیشہ وارانہ تعلیم کا انتظام ایک مستحسن قدم ہے۔

شمال مشرق کے نوجوانوں میں بیوپار کی صلاحیت کو فروغ دینے کی غرض سے اسکول کی سطح پر بھی ان کو کامیاب بیوپاریوں کے بارے میں بتایا جانا چاہئے۔

یہ حقیقت بھی ذہن نشیں کرلینی چاہئے کہ ہنر کی ترقی ایک وسیع اور عظیم کام ہے اور دستیاب بنیادی ڈھانچہ بہت قلیل ہے۔ شمال مشرقی ریاستوں کو غیر استعمال شدہ سرکاری بنیادی ڈھانچے کے فقدان سے نمٹا جاسکے۔ ہنرمندی کی ترقی سے متعلق نظرثانی شدہ قومی پالیسی میں موجودہ بنیادی ڈھانچے کو زیادہ سے زیادہ زیر استعمال لانے کے لئے ہدایات دی گئی ہیں۔ اس علاقے میں نجی تربیت دہندگان کی تعداد میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اس علاقہ میں موجود کمپنیوں کو سی ایس آر سے منسلک کرنے کے طریقہ وضع کئے جاسکتے ہیں تاکہ اس خصوصی شعبے میں یہ کمپنیاں تربیت دہندہ کے فرائض ادا کرسکیں۔ آسام کے علاوہ کئی دیگر ریاست میں تربیت دہندگان کی تربیت کے لئے کوئی ادارہ نہیں ہے، اس پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔

گزشتہ چند برسوں میں ان ریاستوں میں ہنرمندی نے خاطر خواہ ترقی کی ہے۔ اس سے روزگار اور ملازمین بھی فراہم ہوتے ہیں۔ البتہ شمال مشرق کی حال ہی میں ادویات کی اہمیت کے پیش نظر اس علاقے میں ہنرمندی کے فروغ کو مہمیز لگانے کی ضرورت ہے۔ جاپان اور کوریا جیسی معمر آبادیوں کی وجہ سے ان ممالک میں ہنرمند افراد کی ضرورت ہوگی۔ ہندوستان اس کمی کو پورا کرسکتا ہے اور شمال مشرقی علاقے اس کے لئے بہترین انتخاب ثابت ہوسکتے ہیں۔ مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر ہنر کی ترقی اور اس کے بعد نوجوانوں کو روزگار کی دستیابی کے لئے شمال مشرقی علاقہ کا مستقبل نہایت روشن ہے۔ بشرطیکہ موجودہ رفتار کو برقرار رکھا جائے اور نئے مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لئے نئی پالیسیاں وضع کی جائیں۔

☆☆☆

ڈاکٹر اویک سرکار

مصنوعی ذہانت ہندوستان کی ترقی کا ذریعہ

مصنوعی ذہانت ایسی ٹکنالوجی ہے جس میں آئندہ کچھ دھوں میں ہندوستان کی ترقی کو فروغ دینے کی صلاحیت ہے۔ اس ترقی کو ابتدائی طور سے مصنوعی ذہانت کے ماحولیاتی نظام میں نجی اداروں کے ذریعے فروغ دیا جائے گا نیز حکومت مصنوعی ذہانت کے ماحولیاتی نظام میں مختلف اداروں کے درمیان تیز رفتار ساجھے داریوں کے لئے ذرائع مہیا کردینے کے سلسلے میں ایک محوری کردار ادا کرے گی۔

مصنوعی ذہانت کی توضیح ان دانش مندانہ فرائض انجام دینے کے لئے ایک مشین کی صلاحیت کے طور پر کی جاتی ہے، جنہیں ہم انسانی ذہن سے وابستہ کرتے ہیں مثلاً محسوس کرنا، توجیہ کرنا، سیکھنا، ماحول کے ساتھ تفاعل کرنا، مسئلہ حل کرنا اور تخلیق کرنا بھی۔ مصنوعی ذہانت (اے آئی) کے بارے میں عالمی طور سے مختلف آراء ہیں۔ کچھ لوگ اسے اگلی سب سے بڑی تفرقہ انگیز ٹکنالوجی کے طور پر دیکھتے ہیں جس سے تیز رفتار ترقی اور پیداواریت حاصل ہوگی جب کہ دیگر لوگ اسے ایک قدرے منفی معنی میں دیکھتے ہیں جو روزگار کے بڑے نقصان سے جڑا ہوا ہے۔ پرائس واٹر ہاؤس کووپرس (پی ڈبلیوسی) نے ایک اضافی 15.3 کھرب ڈالر کے عالمی اے آئی مارکیٹ کاوباری موقع کا تخمینہ لگایا ہے جس سے یہ آج کی تیزی سے بدلتی ہوئی معیشت میں سب سے بڑا تجارتی موقع بن جاتی ہے۔ اس مضمون میں اس موضوع کے ارتقا کے بارے میں کچھ پس منظر فراہم کرتے ہوئے مصنوعی ذہانت سے متعلق کچھ حقائق کی تقطیع کر کے ایک وسیع طائرانہ جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں حالیہ بجٹ کے دوران کئے گئے اس اعلان پر مرکوز ہے کہ ہندوستان مصنوعی ذہانت سے کیسے فائدہ اٹھا سکتا ہے نیز اس کے آگے بڑھنے کے کیا نتائج ہوں گے۔

آیئے ہم مصنوعی ذہانت اور دیگر معاون ٹکنالوجی کے بنیادی نظریے کا مظاہرہ کرنے کے لئے 2009 کی مقبول عام فلم 'تھری ایڈیٹس' کے انتہائی سلسلے پر غور کریں۔ اس انتہائی منظر میں ہیرو رینچو (یہ کردار عامر خان نے ادا کیا ہے) شدید درد زہ کے دوران ایک حاملہ عورت کی زچگی کرانے کے لئے لے جاتا ہے۔ بہت کم طبی مدد کے حامل گاوؤں میں خاص طور سے قبائلی یا دور دراز علاقوں میں اس طرح کی صورت حال کافی عام ہے۔ اس فلم میں ٹکنالوجی سے مدد ملتی ہے جہاں اس حاملہ عورت کی بہن پیا (یہ کردار قرینہ کپور نے ادا کیا ہے) جو ایک تربیت یافتہ ڈاکٹر ہیں، کامیابی کے ساتھ وضع حمل کرانے کے لئے ویڈیو کال پر رینچو کی مدد کرتی ہے اور ایک صحت مند بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دور سے ٹیلی میڈیسن کے اس طرح کے استعمالات بھارت نیٹ (گاوؤں میں تیز رفتار انٹرنیٹ رابطہ)، آر ای سی ایل (دیہی برق کاری) اور ڈیجیٹل ہندوستان کے پروگرام جیسی حکومت مختلف اسکیموں کے ذریعے ہندوستان کی مختلف پاکٹوں میں اب ممکن ہیں۔

فلم کے اس منظر میں پیا (تربیت یافتہ ڈاکٹر) رینچو کی مدد کرنے کے لئے وضع حمل کی پوری مدت کے لئے دستیاب تھی۔ ہمیں گاؤں میں ہر ایک نرس (یا نائب ڈاکٹر) کے لئے ایک تربیت یافتہ ڈاکٹر کی ضرورت ہوگی۔ حقیقت میں ہندوستان میں تمام گاوؤں کے لئے اس طرح کے حل نکالنے کے سلسلے میں یہ ایک بڑی رکاوٹ ہوسکتی ہے۔ مصنوعی ذہانت پر مبنی سفارش کے ایک نظام سے یہاں مدد مل سکتی ہے۔ یہ نظام مریضوں کو درپیش بہت سے عام حالات میں تشخیص اور اگلے قدم کے بارے میں نرس کو مشورہ دے سکتا ہے۔ یہ مصنوعی ذہانت کا یہ نظام اتنی زیادہ تاریخی معلومات یعنی اس علاج معالجے سے سیکھ سکتا ہے جو اسی طرح کی تشخیص اور علامتوں کے

مضمون نگار نیتی آیوگ کے ڈیٹا اینا لیٹکس شعبے میں آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی ہیں۔
:avik.sarkar@gov.in

تحت ڈاکٹروں کے ذریعے تجویز کیا گیا تھا جس کے نتیجے میں اس طرح کی تشخیص کی گئی تھی۔ ڈیجیٹل ٹکنالوجی کے ساتھ مل کر مصنوعی ذہانت معلومات اور قابل عمل ذہانت کے ساتھ اضافہ کرکے شہریوں کو بااختیار بنانے کے سلسلے میں ایک بڑا کردار ادا کرسکتی ہے۔ اس مثال میں صحتی دیکھ بھال کے دیہی مرکز میں نرس کو بااختیار بنانا مصنوعی ذہانت کے ذریعے بااختیار بنانے کا اس طرح کا ایک اقدام ہے۔

مصنوعی ذہانت کی تاریخ

کمپیوٹر سائنس میں تحقیق کے ایک موضوع کے طور پر مصنوعی ذہانت 1950 کے دہے کے وسط سے ہر طرف رہی ہے۔ مصنوعی ذہانت کی بنیاد 1958 میں مصنوعی اعصابی نیٹ ورک (اے این این) کے لئے ادراکی عمل کی ایجاد کے ساتھ کافی پہلے رکھی جاچکی ہے۔ 1950 میں اسی مدت کے آس پاس، الان تورنگ نے کمپیوٹنگ مشینری اور ذہانت کے عنوان سے مقالہ شائع کیا تھا جس کا مقصد ایک ایسی مشین تیار کرنا تھا، جو انسانی ذہانت اور رویے کی پوری مشابہ ہوسکے۔ ایسی مشینیں تیار کرنا عرصے سے محققین کا مقصد رہا ہے جو منطق توجیہہ، قوت گویائی، ادراک، مظہر اور بین سرگرمی کے لحاظ سے انسانی ذہانت کے ہم پلہ ہوں۔ ذہین مشینوں کا یہ موضوع ابتدائی طور سے محققین اور سائنس فکشن فلم سازوں کا ایک خیال رہا ہے۔ 97-1996 کے دوران 'ڈیپ بلیو' نامی ایک آئی بی این کمپیوٹر نے شطرنج کے کھیل میں چھائے ہوئے چمپئن گیری کیسپاروف کو شکست دی تھی۔ گویا اپنے آپ میں ایک بڑی حصولیابی تھی۔ اس 'ڈیپ بلیو' مشین کے ذریعے انجام دیا گیا کام نوعیت کے لحاظ سے تمام تر منطقی تھا اور اس میں بصارف اور قوت گویائی سے متعلق عمیق انسانی ادراک شامل نہیں تھے۔

گزشتہ کچھ دہوں میں ڈیجیٹل ٹکنالوجی تبدیلی کا ایک ایسا سلسلہ دیکھنے میں آیا ہے جس سے بڑی معلومات کی مدد والی مصنوعات ذہانت کی مطابقت واپس آئی ہے۔ 70-1960 کے گرد عالمی طور سے ڈیجیٹل کاری کا تیز رفتار مرحلہ دیکھنے میں آیا تھا۔ بینک کاری، بیمہ سے لے کر خردہ فروشی تک ہر قسم کا کاروبار کاغذ سے عمل کے الیکٹرانک طریقہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے نتیجے میں معقول اخراجات پر وسیع معلومات کے ذخیرے اور بجلی کا بڑے پیمانے پر حساب لگانے کے ساتھ بڑی تعداد میں معلومات قائم ہوئی ہیں۔ اس کی وجہ سے بڑی معلومات کی اصطلاح وضع ہوئی ہے جس میں بڑی تعداد میں معلومات کی پروسیسنگ اور تجزیہ کیا گیا ہے۔ حساب لگانے اور کم اخراجاتی ذخیرے میں زبردست اضافے کے ساتھ بڑی معلومات نے مصنوعی ذہانت کے شعبے کو از سر نو زندگی دی ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سیکھنے کے عمیق عمل کی ایجاد مصنوعی ذہانت کے اس نئے ظہور کے لئے ذمہ دار ہے۔ کثیر سطحی مصنوعی اعصابی نیٹ ورکوں (اے این این) کے لئے سیکھنے کے عمیق عمل کی نظریاتی بنیاد 1965 میں دریافت کی گئی تھی۔ اس زمانے میں مصنوعی ذہانت کے وسیع نظاموں کو تربیت دینے کے لئے وسیع پیمانے پر حساب لگانے کے نظام یا معلومات کے گیگا بائٹس اور ٹیرابائٹس کی دستیابی نہیں تھی۔ انسانی قوت گویائی مثلاً انسانی بات چیت کو سمجھنے نیز ایک مناسب جواب تیار کرنے سے متعلق پہلوؤں کو انجام دینے کی غرض سے انسانوں کے لئے بہت پیچیدہ کام سمجھا گیا تھا۔ آئی بی ایم کے سوال کے جواب دینے کے نظام واٹسن نے 2011 میں جیوپرڈی نامی کھیل کھیلنے والے دو سب سے بڑے کھلاڑیوں کو شکست دی تھی۔ 'جیوپرڈی' ایک نئی شکل کے ساتھ امریکی ٹیلی ویژن پر کھیل کا ایک کلاسیکی شو ہے، جس میں جواب پہلے بتادیئے جاتے ہیں اور مقابلے میں حصہ لینے والے لوگوں کو فراہم کئے گئے اشاروں کی بنیاد پر سوالات بنانے ہوتے ہیں۔ مصنوعی ذہانت پر مبنی ایک نظام نے 2012 میں بڑے فرق کے ساتھ امیج نیٹ کا امیج درجہ بندی مقابلہ جیتا تھا۔ اسٹین فورڈ یونیورسٹی کے ذریعے مصنوعی ذہانت کے عدد اشاریے سے قوت گویائی کو سمجھنے/ ادراک جیسے انسانی کاموں کے مقابلے میں مصنوعی ذہانت کے نظاموں کی کارکردگی کا اندازہ لگایا جاتا ہے نیز اشیاء سے شبیہ کو سمجھنے کا معاملہ مصنوعی ذہانت کے بہترین نظاموں کی کارکردگی کے مساوی پہنچ گیا ہے۔

مصنوعی ذہانت سے ہندوستان کو کیسے مدد مل سکتی ہے؟

آیئے ہم صحتی دیکھ بھال کی ایسی ہی مثال پر غور کریں۔ ہندوستان میں فی ہزار افراد پر ایک سے بھی کم (0.725) طبیب ہے اور یہ تعداد فی ہزار افراد پر خصوصی ماہرین کے معاملے میں اس سے بھی زیادہ خراب ہے۔ اس شرح کے پیش نظر جس کے حساب سے نئے طبیب یا ڈاکٹر اس نظام میں داخل ہو رہے ہیں، یہ بات قرین قیاس ہے کہ یہ تعداد مستقبل قریب میں بدل جائے گی۔ چناں چہ بڑی تعداد میں صحتی دیکھ بھال کے دیہی مرکزوں کو ڈاکٹروں کی قلت کا سامنا ہے اور وہ صرف نرسوں کے بل بوتے پر کام کرتے ہیں۔ یہ صورت حال دور دراز اور قبائلی علاقوں میں اس سے بھی زیادہ خراب ہے۔ نرسوں کے معاملے میں آگے بڑھتے ہوئے تربیت یافتہ طبی عملے کی قلت کلینیکل خصوصی ماہرین مثلاً ریڈیولوجسٹس یا پیتھولوجسٹس کے سلسلے میں اس سے بھی زیادہ شدید ہے۔ یہ وہ پیشہ ور افراد ہیں جو اس بات کا پتہ لگانے کے لئے شبیہوں پر نظر ڈالتے ہیں بیشتر وقت صرف کرتے ہیں کہ آیا اس مریض میں کوئی مخصوص بیماری تھی۔ ہم نے ابھی ابھی شبیہ کو سمجھنے جیسے کاموں میں مصنوعی ذہانت پر مبنی نظاموں کی بہترین کارکردگی دیکھی ہے۔ یہاں بڑی معلومات مصنوعی ذہانت سے فی الواقع ہنرمندیوں کی کمی کو دور کرنے نیز طبی عملے کو بااختیار بنانے کے سلسلے میں مدد مل سکتی ہے۔ مصنوعی ذہانت پر مبنی نظام سے مضمر شبیہوں پر مبنی سفارشات فراہم کرکے ریڈیولوجسٹس/ پیتھولوجسٹس کے وقت کی بچت ہوسکتی ہے۔ وہ تفصیلی تحقیقات کرنے کی بجائے ان معاملات پر محض نظر ثانی کرسکتے ہیں جن کے لئے بہت کم وقت درکار ہوتا ہے۔ کلینیکل خصوصی ماہرین ان پیچیدہ معاملات پر اپنی کوششیں مرکوز کرسکتے ہیں جن کے لئے ماہرین کی مداخلت کی ضرورت ہوتی ہے نیز اس عمل میں ان کو بااختیار اور زیادہ پیداواری بنایا جاسکتا ہے۔

مریض کی دیکھ بھال کرتے ہوئے نرس مصنوعی ذہانت سے چلنے والے ایک دستی آلے میں مریض کی

کلیدی علامات اور دیگر معلومات ریکارڈ کرسکتی ہے۔ مریض کی ان علامتوں اور دیگر معلومات کے بارے میں اطلاعات کی بنیاد پر یہ آلہ ممکنہ تشخیص کی سفارش کرتا ہے نیز موزوں علاج تجویز کرتا ہے۔ یہ علاج تجویز کرنے کے لئے تفصیلی وضاحت کے ساتھ اس میں مزید اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اس معاملے میں نرس ایک ایسا نسخہ لکھ سکتی ہے جو کہ ایک تجربہ کار ڈاکٹر تجویز کرتا۔ وہ نرس اس صورت میں وہ سفارش قبول بھی نہیں کرسکتی ہے اگر وہ مریض کے اس وقت کی حالت کے لئے زیادہ موزوں نظر نہیں آتی ہے۔ پھر بھی یہ سفارشات گزشتہ مصنوعی ذہانتی عمل پر مبنی بڑی معلومات کی بنیاد پر فراہم کی جاتی ہیں جس میں اسی طرح کی علامتوں اور تجویز کردہ علاج کے ساتھ گمنام مریض کے بڑی تعداد میں تاریخی ریکارڈ کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کو صحتی دیکھ بھال جیسے شعبوں میں ہنرمندی کی بڑی کمی کا سامنا ہے اور اس طرح کی مصنوعی ذہانت پر مبنی ٹکنالوجی سے شہریوں کو بااختیار بناکر نیز ان کے روزمرہ کے کام کاج میں انہیں زیادہ پیداواری بناکر اس کمی کو ختم کرنے میں مددمل سکتی ہے۔

اسٹین فورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر اور کورسیرا کے ساتھ بانی اینڈریو نگ نے اپنے مشہور قول میں مصنوعی ذہانت کو نئی بجلی قرار دیا ہے۔ 'جس طرح سے سو سال قبل بجلی نے تقریباً ہر ایک چیز کو بدل دیا تھا، اسی طرح سے آج فی الواقع میں سوچتا ہوں کہ مصنوعی ذہانت آئندہ متعدد برسوں میں تبدیلی لائے گی'۔

ہندوستانی سیاق و سباق میں مصنوعی ذہانت کے استعمالات لامحدود ہیں۔ عدلیہ معاملات اور مقدمات میں تاخیر میں کمی لانے کے لئے مصنوعی ذہانت پر مبنی نظاموں کا استعمال کرسکتی ہے۔ تعلیم کے شعبے میں سیکھنے کے ماڈیول تیار کئے جاسکتے ہیں جو طالب علم کے سیکھنے کی رفتار سے ہم آہنگ ہوں یا زراعت کے شعبے میں مصنوعی ذہانت پر مبنی نظاموں کی بنیاد پر مصنوعی سیارے کی ارسال کردہ شبیہوں کے تجزیے سے فصلوں کی پیداوار کے جلد تخمینے فراہم ہوسکتے ہیں۔

دیگر تفرقہ انگیز ٹکنالوجیوں کی طرح مصنوعی ذہانت بھی اس طریقے میں تبدیلی کا باعث بنے گی جس طریقے میں آج لوگ رہتے اور کام کرتے ہیں، گزشتہ بڑا تفرقہ اس وقت ہوا تھا، جب ہندوستان بھر میں بینکوں اور دیگر اداروں میں پہلی بار کمپیوٹروں کی شروعات ہوئی تھی حالاں کہ اس کی وجہ سے بڑے پیمانے پر احتجاجات بھی ہوئے تھے۔ کمپیوٹر کی وجہ سے اطلاعاتی ٹکنالوجی (آئی ٹی) کا انقلاب آیا تھا جس نے ہندوستان کو آئی ٹی کے شعبے میں عالمی لیڈر بنا دیا تھا جس میں گھریلو ہندوستانی فرمیں دنیا کی بہترین آئی ٹی کمپنیوں کا عالمی طور سے مقابلہ کررہی ہیں اور

ہندوستان سافٹ ویئر کی سب سے زیادہ برآمدات کے ساتھ لیڈر بنا ہوا ہے۔ جب کمپیوٹر متعارف کرائے گئے تھے تو ہندوستان میں آئی ٹی کے ہنرمند لوگ نہیں تھے اور اب ہندوستان میں آئی ٹی پیشہ ور افراد کا سب سے بڑا باصلاحیت ذخیرہ ہے۔ اسی طرح سے ایک تفرقہ انگیز ٹکنالوجی مثلاً خصوصی ذہانت سے روزگاروں میں ایک بڑا تفرقہ آئے گا۔ نئی ہنرمندیاں ابھریں گی اور حکومت کو ان لوگوں کو ازسرنو ہنرمند بنانے کے سلسلے میں ایک محوری کردار ادا کرنا ہوگا۔ اشیاء سازی کے شعبے میں مصنوعی ذہانت کے نتیجے میں خودکاری آسکتی ہے جس میں لوگ کم پیداواری کاموں سے زیادہ پیداواری کاموں کی جانب بڑھیں گے۔

دیہی صحتی مرکز میں نرس کو بااختیار بنانے کے لئے بڑی معلومات پر مبنی مصنوعی ذہانت کے استعمال سمیت کوئی بھی نئی ٹکنالوجی اختیار کرنے کا معاملہ مینجمنٹ بدلنے پر مشتمل ہوتا ہے (جیسا کہ مذکورہ بالا مثال میں) مینجمنٹ میں یہ تبدیلی نئی ٹکنالوجی اختیار کرنے کے کسی بھی پروگرام کا ایک اہم پہلو ہے۔ تبدیل شدہ مینجمنٹ تبدیلی کے اس اقدام کی کامیابی اور ناکامی کے درمیان باریک توضیحی خط ہوسکتا ہے۔ نرس کو اس ڈیجیٹل پلیٹ فارم کے استعمال کے سلسلے میں اپنے آپ کو لیس کرنے کی ضرورت ہے جس کا مقصد ان کو بااختیار بنانا ہے۔ یہ کام کسی قدر نئی ہنرمندی کے فروغ پر مشتمل ہوسکتا ہے۔ نئی ٹکنالوجی اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ مناسب ہنرمندی کے فقدان کے نتیجے میں اکثر اس طرح کے پروگرام اور نئی ٹکنالوجی ناکام رہتی ہے۔ نتیجتاً اسے ازسرنو ہنرمندی کی اس کمی کی وجہ سے روزگار کے نقصان کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک نرس مریض کے ساتھ برتاؤ کرنے اور مشاہدات کرنے کے سلسلے میں بخوبی تربیت یافتہ ہوسکتی ہے لیکن ایک دستی آلے، اس کے مختلف انتخابات کا استعمال کرنے وغیرہ کے سلسلے میں بخوبی ماہر نہیں ہوسکتی ہے۔ اس طرح کے معاملے میں اس نرس کو جو اپنے طبی کاموں میں ماہر ہے، مناسب ڈیجیٹل ہنرمندیوں سے لیس کرنے کی ضرورت ہے جس سے وہ مصنوعی ذہانت کی مدد سے اپنے کاموں میں بااختیار ہوجائے گی۔

ہندوستان میں مصنوعی ذہانت کا ماحولیاتی نظام

موجودہ بجٹ میں مندرجہ ذیل اعلان کیا گیا ہے:

''عالمی معیشت ایک ڈیجیٹل معیشت میں تبدیلی ہورہی ہے جو ڈیجیٹل اسپیس میں کٹنگ ایج ٹکنالوجیوں کے فروغ کی بدولت ہے مثلاً مشین سے سیکھنا، مصنوعی

ذہانت چیزوں کا انٹرنیٹ، تھری ڈی پرنٹنگ وغیرہ۔ ڈیجیٹل ہندوستان، اسٹارٹ اپ ہندوستان، ہندوستان میں بناؤ جیسے اقدامات سے ہندوستان کو خود ایک معلوماتی اور ڈیجیٹل ہندوستان بنانے میں مدد ملے گی۔ نیتی آیوگ مصنوعی ذہانت کے استعمالات کی تحقیق اور ترقی سمیت مصنوعی ذہانت کے شعبے میں ہماری کوششوں کی رہنمائی کرنے کے لئے ایک قومی پروگرام شروع کرے گا''۔

آج مصنوعی ذہانت کو ایک ایسی اسٹریٹیجک

ٹکنالوجی کے طور پر دیکھا جاتا ہے جس کے نتیجے میں ملکوں کی تیز رفتار ترقی حاصل ہوگی۔ کچھ ملکوں نے مصنوعی ذہانت کے شعبے میں تیز رفتار ترقی کے لئے پالیسیاں پہلے ہی تیار کرلی ہیں۔ اس وقت ہندوستان کو آئی ٹی خدمات اور مصنوعی خدمات/ بڑی معلومات کے گرد خدمات کے سلسلے میں قائدانہ حیثیت کے حامل ہونے کے باوجود مصنوعی خدمات کے شعبے میں ایک قائد نہیں سمجھا جاتا ہے۔ تحقیقی تجربہ گاہوں، تعلیمی اداروں، اسٹارٹ اپس یا نجی اداروں میں مصنوعی ذہانت کے بارے میں تحقیق اور جلد مظاہرے کی فرضی مثالیں ہیں۔ اس کے علاوہ عملی طور سے کام کررہے پیشہ ور لوگوں کو مصنوعی ذہانت اختیار کرنے کے لئے ٹکنالوجی کی بہت کم معلومات ہے۔ مصنوعی ذہانت اختیار کرنے کے سلسلے میں ایک بڑی رکاوٹ ان متعلقین کے درمیان طویل مدتی پائیدار اشتراک عمل کا فقدان ہے۔ ہندوستان کو عالمی طور سے مصنوعی ذہانت کے شعبے میں ایک قائد کے طور پر کام کرنے کے لئے کلیدی عناصر کیا ہیں؟

ایک تحقیق کے مطابق ہندوستان میں ایک لچک دار ماحولیاتی نظام کو فروغ دینے کے کلیدی ستون یونیورسٹیاں، اسٹارٹ اپس، بڑی کمپنیاں، پالیسی ساز اور کثیر متعلقہ ساجھے دار ہیں۔ ہندوستان ان بہت سے ستونوں میں ٹھوس صلاحیت کا حامل ہے۔ ہندوستان میں یونیورسٹیوں اور تحقیقی تجربہ گاہوں کو گزشتہ چالیس برسوں سے مصنوعی ذہانت کی کٹنگ ایج تحقیق میں شامل کیا گیا ہے۔

ہندوستان ان عام عالمی کثیر قومی کمپنیوں کے ساتھ ساتھ دنیا کی کچھ سب سے بڑی آئی ٹی کمپنیوں کا مسکن ہے، جو پہلے ہی ہندوستان میں ترقی یا تحقیق کے اپنے مرکزوں کی حامل ہیں۔ ہندوستان میں ایک بہت لچکدار سرمایہ جاتی فنڈس ہیں نیز حکومت ملک میں اسٹارٹ اپ اقدامات کی بہت حامل ہے۔ پالیسی ساز ادارے، نیتی آیوگ نے ہندوستان میں اختراعی ماحولیاتی نظام میں تیزی لانے کے مشن پر پہلے ہی کام شروع کردیا ہے۔ اٹل اختراعی مشن (اے آئی ایم) کے اہم پروگرام کے ذریعے یہ اسٹارٹ اپس کی مدد کرنے کے لئے اسکولوں میں ٹینکرنگ تجربہ گاہوں اور انکیوبیشن مرکزوں کو فروغ دیتا ہے۔ اسٹارٹ اپس اور کاروباری سرمایہ جاتی فنڈس کے درمیان کافی ساجھے داری ہے لیکن اس کے بارے میں معلومات کافی ہے۔

ہندوستان میں مصنوعی ذہانت کے ماحولیاتی نظام کو ساجھے داریوں اور اشتراک عمل کے ذریعے کافی فروغ حاصل ہوسکتا ہے۔ اسٹارٹ اپس حل کے نئے ابتدائی نمونوں کو فروغ دینے کے سلسلے میں ایک مستعد اور مائلی نظریہ فراہم کرتے ہیں۔ لیکن یہ اکثر گہرائی سے تحقیق کے لئے کافی بینڈ وڈتھ کے حامل نہیں ہوتے ہیں۔ یہاں اس حلقے میں محققین تک رسائی فی الواقع مفید ہوگی۔ حکومت کو مختلف سطحوں پر ان ساجھے داریوں کے لئے ذرائع مہیا کردینے کے سلسلے میں ایک محوری کردار ادا کرنا ہے۔ مصنوعی ذہانت کے سلسلے میں تحقیق کی پیش رفت کو اس صنعت کے ساتھ ماہرین تعلیم/محققین اور اس تحقیق کے نتائج کا استعمال کرنے والے اسٹارٹ اپس کے درمیان ساجھے داری کے ذریعے فروغ دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح سے صحتی دیکھ بھال، زراعت، تعلیم وغیرہ جیسے شعبوں کے ساتھ صنعت اور تعلیمی اداروں کے درمیان ساجھے داری سے مصنوعی ذہانت کو تیزی سے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ خدمات، استعمالات یا مستحکم کردہ ہارڈ ویئر کے طور پر مصنوعی ذہانت پر مبنی ٹکنالوجیوں کی تجارت کاری کو کاروباری سرمایوں اور تجارتی اداروں کے ساتھ صنعتی اداروں کو وابستہ کرکے فروغ دیا جاسکتا ہے۔

مصنوعی ذہانت ایسی ٹکنالوجی ہے جس میں آئندہ کچھ دہوں میں ہندوستان کی ترقی کو فروغ دینے کی صلاحیت ہے۔ اس ترقی کو ابتدائی طور سے مصنوعی ذہانت کے ماحولیاتی نظام میں نجی اداروں کے ذریعے فروغ دیا جائے گا نیز حکومت مصنوعی ذہانت کے ماحولیاتی نظام میں مختلف اداروں کے درمیان تیز رفتار ساجھے داریوں کے لئے ذرائع مہیا کردینے کے سلسلے میں ایک محوری کردار ادا کرے گی۔ لوگوں کو از سر نو ہنر مندی سکھانے کا جائزہ لینے کی ضرورت بھی ہے کیوں کہ تفرقہ انگیز ٹکنالوجی سے بہت سے نئے روزگار پیدا ہوں گے اور کچھ موجودہ روزگار ختم بھی ہوجائیں گے۔ مصنوعی ذہانت پر مبنی ان نئے کرداروں کی جلد نشان دہی کرنا نیز ان کرداروں کے سلسلے میں لوگوں کو از سر نو ہنر مندی سکھانا مصنوعی ذہانت کے اس انقلاب کے فوائد حاصل کرنے کے لئے کافی مفید ہوگا۔

☆☆☆

ڈاکٹر سسی کلا پشپا/ ڈاکٹر بی راما سوامی

نیا ہندوستان اور نیا ریلوے

بجٹ اور ویژن

ہندوستانی ریلوے (آئی آر) 162 سال پرانا ایک قومی اثاثہ ہے۔ اس کو ایشیا میں دوسرا سب سے بڑا ریلوے نظام اور دنیا میں چوتھا سب سے بڑا ریلوے نظام ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ یہ 19000 سے زیادہ ریل گاڑیاں اور 7112 اسٹیشن چلا رہا ہے۔ ہندوستانی ریلوے ملک کی اقتصادی اور سماجی ترقی میں سہولت بہم پہنچانے کے سلسلے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ کام وہ جغرافیائی رابطہ شہریوں کی نقل پذیری اور تجارتی سرگرمی فراہم کر کے انجام دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ وہ عالمی درجے کا لوجسٹکس اور نقل وحمل کا بنیادی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے۔ ہندوستانی ریلوے 1.3 ملین ملازمین کے ساتھ دنیا میں پانچواں سب سے بڑا نیٹ ورک ہے۔ اس کے کام کاج کو آسانی سے چلانا ایک وسیع کام ہے۔

وزارت ریلوے ہندوستانی ریلوے کو از سر نو تشکیل دینے کی کوشش کر رہی ہے تا کہ اسے زیادہ کارگزار بنایا جائے۔ ریل ڈبوں کے معیار کو بہتر بنانے، وائی فائی کا اضافہ کرنے، سپر لگزری تیجاز اور جدید دین دیال وجیسی خصوصی گاڑیاں چلانے سے لے کر اخراجات کم کرنے،، پروجیکٹوں پر عمل درآمد کی رفتار میں تیزی لانے مالیے میں اضافہ کرنے کے نئے طریقے سوچنے تک کے باوجود ہندوستانی ریلوے کو اب بھی متعدد چیلنجوں کا سامنا ہے۔

ریلوے کے لئے بجٹ تخصیصات زر: 2018-19

حکومت نے 2018-19 کے لئے ہندوستانی ریلوے کے سلسلے میں 1,48,528 کروڑ روپے کے اخراجات مختص کئے ہیں۔ تمام ریل گاڑیوں میں وائی فائی، سی سی ٹی وی اور دیگر جدید ترین سہولیات بتدریج فراہم کی جائیں گی۔ ان تمام ریلوے اسٹیشنوں میں اسکلیٹرس ہوں گے جہاں 25000 سے زیادہ مسافر آتے جاتے ہیں۔ 12000 مال ڈبے، 5160 مسافر ڈبے اور 700 انجن حاصل کئے جا رہے ہیں۔ تحفظ، ریل کی پٹریوں کی دیکھ بھال، ٹکنالوجی اور کہرے سے تحفظ کے آلات کے استعمال میں اضافے پر توجہ مرکوز کی جائے گی۔

600 بڑے ریلوے اسٹیشنوں کو از سر نو بہتر بنانے کا کام شروع کیا گیا ہے۔ بنگلورو میٹرو کے لئے 17000 کروڑ روپے اور ممبئی مضافاتی ریلوے کے لئے 11000 کروڑ روپے مختص کئے جا رہے ہیں۔ تیز رفتار ریلوے پروجیکٹوں کے لئے درکار افرادی طاقت کو تربیت دینے کی غرض سے وڈودرا میں ایک ادارہ قائم کیا جا رہا ہے۔ آنے والے سال میں ریل کی 36000 کلومیٹر لمبی پٹری کی جدید کاری کرنے کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ حکومت نے دو سال میں بڑی لائن پر بغیر آدمی والی 4267 ریل گراسنگ کو ختم کرے گی۔ 2017-18 کے دوران 4000 کلومیٹر لمبے برق کاری شدہ ریلوے نیٹ ورک چالو کئے جانے کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ مشرقی اور مغربی وقف کردہ فریٹ راہداریوں پر کام کاج پورے زور وشور سے چل رہا ہے۔

ریلوے چیلنج

اگرچہ ہمارے ملک میں ریلوے کی ترقی وفروغ کا کام تیزی سے ہوا ہے، تاہم تیز ترقی کی راہ میں بے شمار مسائل حائل ہیں۔ اہم مسائل حسب ذیل ہیں:

ریلوے کے شعبے میں توسیع اور جدید کاری کی سست رفتار جب کہ ریلوے مسافروں کی آمدورفت اور ہندوستانی ریلوے کے ذریعے چلائے جارہے ریل راستوں کی تعداد میں اس کی شروعات سے لے کر اب تک کافی اضافہ ہوا ہے، بنیادی ڈھانچے میں اسی کے مطابق اضافہ نہیں ہوا ہے۔ درحقیقت ہندوستانی ریلوے میں آزادی کے بعد سے صرف 10,000 روٹ کلومیٹر کا ہی اضافہ ہوا ہے جب کہ چین میں اسی مدت میں 50,000 سے زیادہ روٹ کلومیٹر کا اضافہ ہوا ہے۔

اس کے علاوہ کل روٹ کلومیٹر کے ایک فی صد کے طور پر دوہرے/کثیر ریل راستے کے حصے میں گزشتہ تین دہوں میں صرف 52 فی صد کا اضافہ ہوا ہے اور آج 30.32 فی صد روٹ کلومیٹر ہی دوہرے/کثیر ریل

اول الذکر مضمون نگار راجیہ سبھا کی رکن ہیں جب کہ آخر الذکر مضمون نگار ریلویز چنئی (ٹی این) حکومت ہند میں ڈویژنل ریلوے استعمال کنندگان کی مشاورتی کمیٹی کے رکن ہیں۔

sasikalapushpamprs@gmail.com

راستوں کے حامل ہیں۔ توسیع کی سست رفتاری کی وجہ سے موجودہ بنیادی ڈھانچہ اپنی پوری صلاحیت تک پہنچ گیا ہے اور آج ہندوستانی ریلوے کے ذریعے چلائے جا رہے 1219 اسٹیشنوں کا تقریباً 40 فی صد حصہ لائن کی

صلاحیت کے سو فی صد سے زیادہ استعمال پر چل رہا ہے۔

ریلوے حادثات

ہمارے ملک میں ریلوے حادثات کا وقوع دنیا کے دیگر ملکوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ ملازمین کی غلطیوں اور لاپروائی کی وجہ سے حادثات ہوتے ہیں۔

بغیر ٹکٹ سفر

ہندوستان میں درپیش مسائل میں ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ مسافروں کی ایک بڑی تعداد ٹکٹ خریدے بغیر سفر کرتی ہے۔ ہندوستانی ریلوے کو بغیر ٹکٹ سفر کرنے کی وجہ سے ہر سال تقریباً پانچ کروڑ روپے کا زائد نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔

مالی وسائل

ہندوستانی ریلوے کا کام کاج اسے ایک خود کفیل تنظیم بنانے اور اسے غریب لوگوں کے لئے ٹرانسپورٹ کا ایک نظام بنانے کے درمیان پھنسا ہوا ہے۔ اس کے نتیجے میں مسافر کرایوں میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے اور غیر تجارتی وجوہات پر نئی ریل گاڑیوں اور راستوں کے بارے میں فیصلہ کیا جا رہا ہے۔

مسافر کرایے عام طور سے برسوں تک ساکن رہتے ہیں جس کی وجہ سے مرکزی بجٹ پر بوجھ پڑتا ہے۔ مالیے کو قابو میں رکھنے کی غرض سے مال بھاڑے میں ماضی میں اضافہ کیا گیا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مال بھاڑے اور مسافر کرایے کے درمیان فرق سے ریلوے کی کارکردگی مسخ ہوئی ہے۔

پریمیم ریل گاڑیوں میں ٹکٹوں کی سرچ قیمت مقرر کرنے کا حالیہ فیصلہ صحیح سمت میں ایک قدم ہے۔ لیکن ریلوے کے لئے سب سے بڑا اسر درد مال بھاڑے کی اپنی باسکٹ کی توسیع ہے۔

عملی کارگزاری

ہندوستانی ریلوے 1.3 ملین ملازمین کی ایک بڑی بنیاد کی حامل ہے، جس میں کارکنان کی موثر یونینیں بھی شامل ہیں۔ یہ بہ ترتیب مدارج فیصلہ سازی کے ساتھ ایک مرکزی تنظیم بن گئی ہے۔ اس کے نتیجے میں سیدھے سادے فیصلے کرنے میں بھی برسوں لگ جاتے ہیں۔

عملی تناسب کے زیادہ خراب ہونے کا امکان ہے کیوں کہ اخراجات میں اضافہ ہو جاتا ہے، جس میں ساتویں پے کمیشن کی سفارشات کے لئے پیسہ بھی شامل ہے جو ریلوے کے سبکدوش اور موجودہ ملازمین کے لئے اس سال تقریباً 28000 کروڑ روپے ہے۔

مالیات اور حساب کتاب

ہندوستانی ریلوے مالیہ جاتی اخراجات پر بہت زیادہ خرچ کرتی ہے۔ سرمایہ جاتی اخراجات کے لئے بہت کم بچتا ہے۔

ہندوستانی ریلوے کو سرمایہ جاتی اخراجات کے لئے اپنے بل بوتے پر کافی فنڈز پیدا کرنے نیز رقم فراہم کرنے کے لئے، غیر سرکاری ذرائع بھی تلاش کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ایک نمایاں تبدیلی دیکھنے میں آئے۔

لیکن یہ بات صرف اسی وقت ہو سکتی ہے جب ریلوے کو ایک صحت مند بیلنس شیٹ کے ساتھ ایک موثر کارپوریشن کے طور پر چلایا جائے۔ وزارت بھی 2017 تک ریلوے میں 8.56 لاکھ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری کرنے پر غور کر رہی ہے۔

ریل کی پرانی پٹریاں اور ریل گاڑیوں، انجنوں کے ذخیرے کی خراب حالت: ہندوستانی ریلوے کو درپیش بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ریل کی پٹریاں پرانی ہیں اور فرسودہ بھی۔ ریل کی ان پرانی پٹریوں کی وجہ سے سنگین ریلوے حادثات ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے رفتار بھی کم رہتی ہے۔ فی الواقع تمام ریل گاڑیوں کے ہر ایک نئے ٹائم ٹیبل، چلنے کے اوقات میں اضافہ کیا گیا ہے جب کہ دیگر ترقی یافتہ ملکوں میں ریلوے اس میں شدت سے کمی کر رہی ہے۔

جدید انتظام و انصرام کا فقدان: جدید انتظام و انصرام کا فقدان پایا جاتا ہے کیوں کہ ریلوے کافی ترغیبات دینے اور موزوں اہل استعداد کو راغب کرنے میں ناکام رہی ہے۔ اس کے علاوہ یہ تناظری منصوبہ بندی محاصل کے لئے اقتصادی تجزیہ نہیں کر سکی ہے۔

پرانی ٹکنالوجی: ریل گاڑیوں، انجنوں وغیرہ کی ٹکنالوجی قطعی فرسودہ ہے۔ یہ نظام بے شمار افرادی طاقت سے گھرا ہوا ہے نیز افرادی طاقت کا فروغ ٹکنالوجی کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ نہیں ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے ریلوے ٹرانسپورٹ کی بڑھتی ہوئی مانگ سے نہیں نمٹ سکی ہے نیز ٹریفک میں اضافہ نہیں کر سکی ہے اور اسے بہتر نہیں بنا سکی ہے۔

تبدیل کرنے کا مسئلہ: پرانے اور متروک ریلوے انجنوں، ڈبوں اور دیگر ساز و سامان کو تبدیل کرنے کا مسئلہ ہندوستان میں ایک سنگین مسئلہ ہے۔

دوہری لائنیں بچھانے کا

مسئلہ: بیشتر ریلوے لائنیں اکہری لائنیں ہیں جن کی وجہ سے ریلوے تنظیم اور مسافروں کو بہت پریشانی ہوتی ہے۔

ناکافی سرمایہ کاری: ریلوے ٹرانسپورٹ ناکافی سرمایہ کاری کی وجہ سے ضرورت پوری نہیں کرسکا ہے۔ مختلف کمیٹیوں، قومی ٹرانسپورٹ پالیسی سے متعلق کمیٹی، ریل محاصل پوچھ تاچھ کمیٹی اور ریلوے اصلاحات کمیٹی نے اس کمی کو اجاگر کیا ہے۔

سڑک ٹرانسپورٹ کے ساتھ مقابلہ آرائی: سڑک ٹرانسپورٹ کے ساتھ مقابلہ آرائی میں مسافروں اور مالی ٹرانسپورٹ دونوں کے لحاظ سے شدت سے اضافہ ہورہا ہے۔ ریلوے اور سڑک ٹرانسپورٹ کے درمیان تال میل کی کمی ہونے کی وجہ سے ریلوے کی آمدنی کرنے کی صلاحیت میں کمی آئی ہے۔ یہ چیز ٹریفک کی آمدورفت میں تاخیر اور مسافروں کی پریشانی کا مزید سبب بنی ہے۔

ہندوستانی ریلوے نیٹ ورک کو واحد مینجمنٹ کے تحت دنیا میں سب سے بڑے ریلوے نظاموں میں ایک نظام کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔

مارکیٹ کا سائز: اپریل تا نومبر 2017 کے دوران ہندوستانی ریلوے کا مسافر ٹریفک 0.68 فی صد بڑھ کر 5543.15 ملین ہوگیا۔

ہندوستانی ریلوے کی مجموعی آمدنی سال بہ سال 5.68 فی صد بڑھی اور اپریل تا نومبر 2017 کے دوران 109,209.15 کروڑ روپے (16.87 ارب امریکی ڈالر) ہوگئی۔

اسی مدت کے دوران مسافروں سے ہونے والی آمدنی 5.24 فی صد بڑھ کر 32.370.54 کروڑ روپے (پانچ ارب امریکی ڈالر) اور مال بھاڑے سے ہونے والی آمدنی 8.01 فی صد بڑھ کر 71,168.67 کروڑ روپے (10.99 ارب امریکی ڈالر) ہوگئی۔

سرمایہ کاریاں/ترقیات:

اپریل 2000 سے ستمبر 2017 تک ریلوے سے متعلق اجزا کے سلسلے میں غیر ملکی براہ راست سرمایہ کاری (ایف ڈی آئی) کی آمد 896.99 ملین امریکی ڈالر کے بقدر تھی۔

ہندوستان کے ریلوے کے شعبے میں کچھ بڑی سرمایہ کاریوں اور ترقیات حسب ذیل ہیں:

سورت کے ریلوے اسٹیشن کی جدید کاری کے لئے ایک منصوبے کا اعلان جلد ہی کیا جائے گا جس کے لئے 4650 کروڑ روپے (715.12 ملین امریکی ڈالر) کے کل اخراجات درکار ہوں گے۔

ہندوستانی ریلوے اپنے 100 یارڈوں میں سے 40 یارڈوں کو اسمارٹ یارڈوں اور حتمی دستی معائنہ گاہوں میں بدلنے کے لئے تقریباً 3000 کروڑ روپے (461.08 ملین امریکی ڈالر) کی سرمایہ کاری کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔

ہندوستانی ریلوے کا نیٹ ورک ایک صحت مند شرح سے بڑھ رہا ہے۔ آئندہ پانچ برسوں میں ہندوستانی ریلوے کی مارکیٹ تیسری سب سے بڑی مارکیٹ ہوگی جو عالمی مارکیٹ کے 10 فی صد حصے کا سبب ہوگی۔ ریلوے اور کوئلے کے مرکزی وزیر مسٹر پیوش گوئل کے مطابق ہندوستانی ریلوے جو ملک کے سب سے بڑے آجرین میں سے ایک آجر ہے، روزگار کے ایک ملین مواقع پیدا کرسکتی ہے۔

ملک کے مختلف علاقوں میں وقف کردہ مال راہداری (ڈی ایف سی) کے تین نئے بازو تیار کرنے کی غرض سے حکومت ہند 3,30,000 کروڑ روپے (50.98 ارب ڈالر) کی سرمایہ کاری کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔

اس کے علاوہ ہندوستانی ریلوے یوروپی ریل کنٹرول نظام (ای ٹی سی ایس) اختیار کرنے کی غرض سے سرمایہ کاری کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے، جس سے بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کو فروغ دینے میں مدد ملے گی۔

سفارشات اور درکار اصلاحات

اقتصادی جائزہ: محاصل کو معقول بنانا

مذکورہ جائزے میں کہا گیا ہے کہ ٹرانسپورٹیشن کو پرکشش بنانے اور ریل کے حصے کے گھٹتے ہوئے رجحان

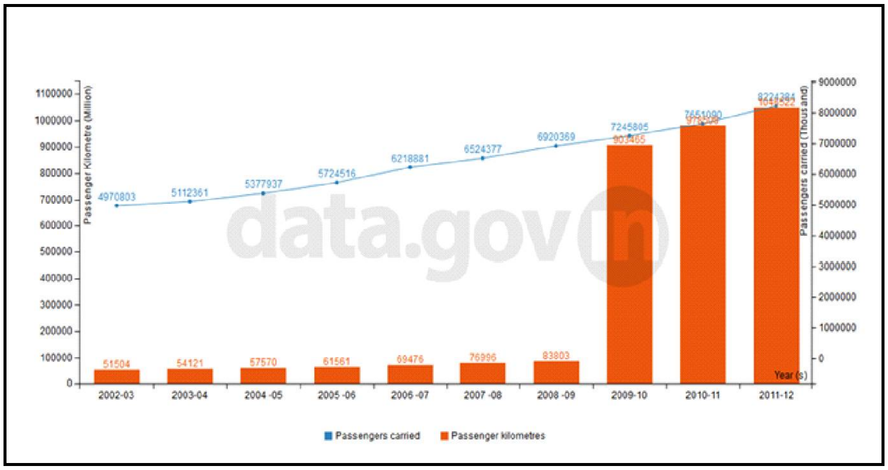

کی روک تھام کرنے کی ایک کوشش میں مالی سال 2017 میں مختلف اقدامات کئے گئے تھے، جن میں محاصل کو معقول بنانا، اسٹیشن سے اسٹیشن کی شرحوں کے لئے نئے پالیسی رہنما خطوط، خام لوہے کی برآمدات کے لئے دوہری مال بھاڑہ پالیسی واپس لینا اور کوئلے کے محاصل کو معقول بنانا بھی شامل ہے۔

ہندوستانی ریلوے کے ذریعے ریل محاصل کو پرکشش بنانے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے ہیں:

نئے اشیاء کی درجہ بندی، محاصل کو معقول بنانا، کوئلے کے محاصل کو معقول بنانا، کنٹینر بندی کے ذریعہ مال بھاڑہ کی باسکٹ کی توسیع، اسٹیشن سے اسٹیشن کی شرحوں کے لئے نئے پالیسی رہنما خطوط، خالی رہنے والی سمتوں میں لادے گئے ٹریفک کے لئے نرم کردہ خودکار مال بھاڑہ رعایت اسکیم، خام لوہے کی برآمدات کے لئے دوہرے مال بھاڑے کی پالیسی واپس لینا، میری گوراؤنڈ نظام کے پالیسی رہنما خطوط، کھلے اور سطح مال ڈبوں میں تھیلا بند مال کے لدان کے لئے رعایت، رول ان رول آف خدمات جیسے نئے ڈلیوری ماڈل، چارج کے لئے کم سے کم فاصلے میں کمی اور شارٹ لیڈ رعایت کی ازسرنو شروعات، مال بھاڑے کے کاروبار کے لئے ڈیجیٹل ادائیگی اور طویل مدتی محاصل ٹھیکہ پالیسی (جس سے محاصل کا استحکام اور گاہکوں کے لئے مال بھاڑے میں پرکشش رعایت فراہم ہوتی ہے۔

اسٹیشنوں کی جدید کاری

اقتصادی جائزہ 2018 کے مطابق اسٹیشنوں کی جدید کاری کا پروجیکٹ سب سے بڑا غیر کرایہ آمدنی والا پروجیکٹ ہے۔ اس کے علاوہ ان اسٹیشنوں کے نزدیک کی گئی تجارتی ترقیات شہر کے اہم مراکز بن جائیں گی نیز خردہ فروش، کاروبار اور میزبانی کی معیاری سہولت فراہم کریں گی۔

مزید برآں یہ جدید کاری کردہ اسٹیشن متعدد سہولیات فراہم کرکے مسافروں کے تجربے کو بہتر بنائیں گے جن میں ڈیجیٹل سائنج، ایسکیلیٹرس/ ایلویٹرس، خود سے ٹکٹ لینے کے کاؤنٹرس انتظار کرنے کے ایگزیکٹو کرنے، سامان کی جانچ کرنے کی مشین، پیدل چلنے کے راستے، مسافروں کے ایک جگہ رہنے کی جگہیں، خوب صورت اور خصوصی چھت بندی اور فرش، مفت اور ادائیگی والا وائی فائی وغیرہ شامل ہیں۔

تحفظ: تحفظ کے بارے میں عالمی بینک کی رپورٹ: گزشتہ کچھ ہفتوں میں ہندوستان میں ریل حادثات کی بڑھتی ہوئی تعداد سے بظاہر متفکر، عالمی بینک نے ہندوستانی ریلوے کو رہنما خطوط کی ایک فہرست دی ہے جن میں اس قومی ٹرانسپورٹ کو مستقبل میں بڑے پیمانے پر آفات سے بچنے میں مدد ملے گی۔

حادثات سے بچنے کے ایک اقدام کے طور پر ریل گاڑیوں میں ڈچ لائٹیں لگائی جائیں گی اور ریل گاڑیوں پر چمکیلا پیلا رنگ کیا جائے گا جن سے دھند لکے کے وقت بھی زیادہ صاف دیکھا جاسکے گا۔ ریلوے ملازمین کو دور سے نظر آنے والے کپڑے پہنائے جانے چاہئیں۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لئے خصوصی توجہ دی جانی ہے کہ وہ ڈیوٹی پر ہروقت یہ کپڑے پہنے رہیں۔ جوتوں اور ہیلمیٹوں کا انتخاب ملازمین کے لئے ذریعے اس طرح کیا جانا ہے کہ وہ ان کو ملنے والے بھتے کے اندر رہیں اور مطلوبہ مقصد پورا کریں۔ ہر ایک ریل گاڑی میں آگ بجھانے والے آلات لگائے جانے چاہئیں نیز آگ کی روک تھام کرنے کے مختلف طریقوں کے بارے میں عملے کی بخوبی رہنمائی کی جانی چاہئے۔

لیول کراسنگس اور راستوں پر کراس ہیچڈ طریقے سے رنگ کیا جانا چاہئے جس سے اس علاقے کے لوگ ہوشیار ہوسکیں اور خطرے سے باخبر ہوسکیں۔ تحقیقات کرنے والے ان لوگوں کو بہتر تجزیہ کرنے کی تربیت دی جانی چاہئے جنہیں حادثات کے اصلی سبب کی تحقیقات کرنے کے لئے ملازم رکھا گیا ہے۔ حکام کو تجویز کیا گیا ہے کہ وہ ٹائم ٹیبلوں پر اس طرح سے نظر ثانی کریں کہ چار گھنٹوں کا ایک دیکھ بھال بلاک تمام اہم لائنوں پر ہفتہ وار فراہم ہو۔ حکام کو یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ وہ موجودہ خطرات کو سمجھنے کے مقصد سے ٹرمینل آپریشنوں میں تحفظ کی کارکردگی پر بھی نظر ثانی کریں۔

ریلوے تحفظ کے کمشنر کے اختیارات کو مستحکم کرنے نیز ریلوے بورڈ کے چیرمین کی صدارت میں ایک تحفظ نظام تشکیل دینے کے لئے ریلوے کے ذریعے ایک آزاد ریل تحفظ ریگولیٹر قائم کیا جانا چاہئے۔ ریل گاڑیوں کی پٹریوں پر اتر جانے، آگ اور کوئی بھی ممکنہ دیگر حادثے سے نمٹنے کے لئے ایک ایمرجنسی کارروائی منصوبہ تشکیل دیا جانا چاہئے۔

ریلوے تحفظ کے بارے میں انل کاکوڈکر کمیٹی کی رپورٹ: مذکورہ کمیٹی نے مختلف پہلوؤں پر مشتمل 106 سفارشات کی تھیں۔ ان پہلوؤں میں عام تحفظ کے امور، تنظیمی ڈھانچہ، کام کرنے کی سطح پر بااختیار بنانا، تحفظ سے متعلق کام اور مسائل، تحفظ سے متعلق اہم زمروں اور افرادی طاقت کی منصوبہ بندی کے امور کے سلسلے میں خالی اسامیوں کو بھرنا، تحفظ کے اہم سازوسامان کی کمی دور کرنا، بیرونی مداخلتیں، غیر قانونی قبضوں اور شرارت انگیزی کو ختم کرنا، ریل گاڑیوں اور انجنوں وغیرہ کو بہتر بنانا، سگنل، ٹیلی مواصلات اور ریل تحفظ کے نظام کو بہتر بنانا، ریل کی پٹریوں اور پلوں کو بہتر بنانا، لیول کراسنگس ختم کرنا، ہندوستانی ریلوے میں تعلیم اور تربیت کے اداروں پر زور دیتے ہوئے انسانی وسائل کا فروغ، ماحولیاتی نظام اور تحفظ کے ڈھانچے وغیرہ شامل تھے۔

وزارت ریلوے کے ذریعے 106 سفارشات میں سے 68 سفارشات کو پورے طور سے منظور کرلیا گیا ہے، 19 سفارشات کو جزوی طور سے منظور کرلیا گیا ہے اور 19 سفارشات کو منظور نہیں کیا گیا ہے۔ اب تک مذکورہ کمیٹی کی 22 سفارشات پر عمل درآمد کیا جاچکا ہے۔ 20 سفارشات عمل درآمد کے قطعی مرحلوں میں ہیں۔

ہندوستانی ریلوے کا مستقبل کا وژن: لیکویڈیٹی کرنچ کے سلسلے میں سرکاری مدد، ایل ایچ بی ڈبوں جیسے ریل تحفظ کے طریقوں پر زیادہ سے زیادہ عمل آوری، الٹرا ساؤنڈ پر مبنی ریل کی جانچ وغیرہ۔ جاپان کے شنکان سین جیسے دیگر کامیاب ماڈلوں کے بارے میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ ریل اور مرکزی بجٹ کو ضم کرنا ایک خوش آئند قدم ہے۔

ہندوستانی ریلوے کو موجودہ پی ایس یوز میں ایک

اسٹار بننے کی غرض سے اپنی اصلاح کرنے کے ایک سخت چیلنج کا سامنا ہے۔ نوکر شاہی ڈھانچے کی اصلاح کرکے اسے ایک زیادہ کھلا اور شمولیاتی ڈھانچہ بنانے سے ہندوستانی ریلوے کے ذریعے مختلف کوششوں کے فوری نتائج برآمد ہوں گے۔ ریلوے کو انحراف کی ان لائن اطلاع دینے کا نظام شروع کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ تحفظ کے سلسلے میں کی گئی سرمایہ کاری کا میعادی تجزیہ کیا جانا چاہئے۔ بڑے حادثات کے بارے میں نتیجہ تحقیقات نیز اس کی گئی کارروائی کا خلاصہ عوامی حلقے میں ڈالا جانا چاہئے۔

براہ راست اخراج والے بیت الخلاؤں کے ذریعے موجودہ غیر مفید صحت صورت حال کو بائیو بیت الخلاؤں سے بدلا جانا چاہئے جیسا کہ ریلوے کے وزیر نے تجویز کیا گیا۔ موجودہ بیت الخلاؤں سے ریل کی پٹریاں بھی گل جاتی ہیں۔ غیر قانونی قبضے ہٹانے اور شرارت انگیزی کی روک تھام کرنے، سگنل، ٹیلی مواصلات اور ریل گاڑیوں کے تحفظ کے نظام کو بہتر بنانے، ریل گاڑیوں، انجنوں، ریل کی پٹریوں، پلوں کو بہتر بنانے، لیول کراسنگس کو ختم کرنے کے بارے میں بیبیک دیپ رائے، انل کاکوڈکر، سام پٹروڈا جیسی مختلف کمیٹیوں کے ذریعہ دیگر سفارشات پر فوری طور سے غور کیا جانا چاہئے اور ان پر عمل کیا جانا چاہئے۔

اختتام

ہندوستانی ریلوے نے ملک کی سماجی اور اقتصادی ترقی نیز عوام کے لئے سستا اور قابل استطاعت عوامی ٹرانسپورٹ تک رسائی کو یقینی بنانے کے سلسلے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ مزید برآں اس نے نمایاں ترقی کی ہے نیز یہ دنیا میں سب سے بڑے ریلوے نیٹ ورکوں میں سے ایک ہے۔ تاہم، گزشتہ دو دہوں میں یہ ملک کے ایک اہم ٹرانسپورٹ کے طور پر اپنی حیثیت برقرار نہیں رکھ سکی ہے۔ ملک میں مسافروں اور مال بھاڑے کے لئے مقابلہ جاتی اور کفایتی ٹرانسپورٹ خدمات فراہم کرنے کے سلسلے میں اس کی صلاحیت کے بارے میں تشویشات کا اظہار کیا گیا ہے۔

جیسا کہ بیبیک دیب رائے کمیٹی کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سپلائی کے سلسلے میں بہتریاں مانگ کے سلسلے میں ضرورت کے مطابق نہیں ہوئی ہیں۔ اس سے مسافر اور مال گاڑیوں کی سست رفتار نیز نیٹ ورک کی جدید کاری اور توسیع میں تاخیر کا پتہ چلتا ہے۔

چناں چہ ہندوستانی ریلوے کے لئے یہ بات لازمی ہوگئی ہے کہ وہ مسافروں کی سہولیات کو بہتر بنانے، فیصلہ کرنے کے عمل کو لامرکز بنانے، قومی اہمیت کے تیز رفتار ٹریکنگ پروجیکٹوں، حساب کتاب کے یکساں معیارات اپنانے اور خدمات کو بہتر فراہمی کو یقینی بنانے کے سلسلے میں جامع کوششیں کرے تاکہ معیشت کی ترقی حاصل ہوسکے اور اس کی مالی صحت بھی بہتر ہوسکے۔ جیسا کہ حال ہی میں نیز ماضی میں پیش کردہ مختلف کمیٹیوں کی رپورٹوں میں تجویز کیا گیا ہے۔

بجٹ 2018

شمال مشرقی ریاستوں کی ترقی۔ مجموعی جائزہ پر خصوصی نظر

کل تخصیصات زر

☆2018-19 کے لئے اس خطے کے سلسلے میں کل بجٹی تخصیص زر 47,994,88 کروڑ روپے ہے جو 2017-18 میں 40,971.69 کروڑ روپے تھی۔ نمایاں طور سے 7023.19 کروڑ روپے کا یہ اضافہ ملک کی آزادی کے بعد سے لے کر اب تک کا سب سے بڑا اضافہ ہے۔

☆اس کے علاوہ شمال مشرقی خطے کی ترقی کی وزارت کا بجٹ بھی (2017-18 میں) 2737 کروڑ روپے سے بڑھا کر (2018-19 میں) 3060 کروڑ روپے کر دیا گیا ہے۔

☆شمال مشرقی ریاستوں کے لئے براہ راست خصوصی مالی امداد بھی 1449.83 کروڑ روپے سے بڑھا کر اس بجٹ میں 1638.27 کروڑ روپے کر دی گئی ہے۔

☆اس خطے کے لئے سرمایہ جاتی اخراجات 420 کروڑ روپے سے بڑھا کر 700 کروڑ روپے ہو گئے ہیں۔

☆شمال مشرقی خطے کو بنیادی ڈھانچے کے پروجیکٹوں کے لئے کافی بجٹی تخصیص زر ملی ہے جس سے اس کے رابطے کو فروغ ملے گا نیز اس کی اقتصادی صلاحیت آشکارا ہوگی۔

ریلوے

☆کل 20 بڑے ریلوے پروجیکٹوں کی منظوری دی گئی ہے جو 13 نئی ریل لائنیں بچھانے، چھوٹی لائنوں کو بڑی لائنوں میں تبدیل کرنے، دوسری پٹریاں بچھانے اور نئے اسٹیشنوں جیسے دیگر لوازمات کی تعمیر اور موجودہ اسٹیشنوں کی توسیع پر مشتمل ہیں۔

☆آندھرا پردیش تین نئی ریل لائنوں کے ساتھ ایک بڑا استفادہ کنندہ ہوگا جن کی توسیع سیدھے ڈھلواں پہاڑی اور ناقابل اعتماد علاقے کے ذریعہ ہند۔ چین سرحد کے لئے کی جا رہی ہے۔

☆تمام ریاستوں کو جلد ہی ریل لائنوں سے جوڑ دیا جائے گا جس کا تصور تک بھی 2014 تک نہیں کیا جا سکتا تھا۔

☆حکومت نے اس خطے میں ریل رابطے کے لئے گزشتہ چار برسوں میں 5886 کروڑ روپے کا عہد کیا ہوا ہے۔ توقع ہے کہ یہ اعداد وشمار 2019 تک بڑھ کر 40,000 کروڑ روپے (جاپان سے اور نجی اداروں کے ذریعہ سرمایہ کاریوں سمیت) ہو جائیں گے۔

☆گزشتہ تین برسوں میں شمال مشرق میں 970 کلومیٹر لمبی چھوٹی ریل لائنوں کو بڑی ریل لائنوں میں بدلنے کا کام مکمل ہوا ہے۔ اس طرح، چھوٹی ریل لائنوں والے تمام عملی سیکشنوں کو بڑی ریل لائنوں والے سیکشنوں میں بدلا جا چکا ہے اور پورے شمال مشرقی علاقے میں کوئی بھی چھوٹی ریل لائن نہیں ہے۔

☆شمال مشرقی خطے کی ترقی کی وزارت کی مدد سے اگرتلہ۔ اکھاورا (بنگلہ دیش) ریل رابطہ ابتدائی مرحلے میں ہے۔

بانس

بانس لازمی طور سے گھاس کی ایک قسم ہے لیکن 90

سال کے لئے ایک درخت کے طور پر اس کی درجہ بندی نے شمال مشرق کو جو ہندوستان کے 67 فی صد بانسوں کی پیداوار کرتا ہے، چین کے برخلاف تجارتی طور سے اس سے فائدہ اٹھانے سے روکے رکھا ہے۔ چین مالا مال بانس جینیاتی وسائل والا واحد ملک ہے۔

اب بجٹ-2018 سے اس گھاس کے لئے زرعی امید بڑھی ہے، جس کی وجہ سے ایک دفعہ شمال مشرقی ریاستوں میں سرکشی کا فروغ ہوا تھا۔

☆ از سر نو تشکیل کردہ قومی بانس مشن (این بی ایم) کے لئے 1290 کروڑ روپے کی تخصیص زر سے خوراک کی پروسیسنگ سے لے کر تعمیرات تک، بانس پر مبنی صنعتوں کے ایک سلسلے کے لئے امیدوں میں اضافہ ہوا ہے۔

☆ یہ بجٹی اہتمام بانس کے کلی فروغ کے لئے بہترین اقدامات میں سے ایک اقدام ہے۔

ہوابازی

☆ شمال مشرق کے لئے ہوائی رابطے میں اضافہ کرنے پر مرکز کی توجہ 2018-19 کے مرکزی بجٹ میں بھی مرکوز رہی ہے۔

☆ وزارت خزانہ نے علاقائی رابطے کی کی اہم اسکیم کے تحت اس علاقے میں ہوابازی کے بنیادی ڈھانچے کو بہتر بنانے کے لئے پائیداری فرق فنڈنگ نیز پچاس ہوائی اڈوں کے احیا کے سلسلے میں آنے والے مالی سال کے لئے 1014.09 کروڑ روپے کی تخصیص زر کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہ رقم 2017-18 کے نظر ثانی شدہ تخمینوں کے مطابق 200.11 کروڑ روپے کی تخصیص زر سے تقریباً پانچ گنا زیادہ ہے۔

☆ علاقائی رابطے کی اسکیم کے دوسرے مرحلے کے تحت تفویض کئے گئے 325 ہوائی راستوں میں سے تقریباً 40 فی صد یا 129 ہوائی راستے شمال مشرق اور پہاڑی ریاستوں کے لئے تھے۔ ان میں جموں و کشمیر میں کرگل، سکم میں پاک یونگ اور اروناچل پردیش میں تیزو جیسے اسٹریٹیجک ہوائی اڈے شامل ہیں جہاں سویلین ہوائی رابطہ پہلی بار فراہم کیا جائے گا۔

☆ شمال مشرق کے دور دراز علاقوں کے لئے ہوائی رابطے سے سیاحت کو فروغ ملے گا جس کے نتیجے میں اس خطے کے لئے سرمایہ کاریوں کی زیادہ سے زیادہ آمد ہوگی جب کہ تجارت اور کامرس میں بھی اضافہ ہوگا۔

روڈویز

☆ حکومت کے ذریعے رابطے پر زور دینے کے نتیجے میں 2019 تک اس علاقے میں تقریباً 10,500 کلومیٹر لمبی نئی سڑکیں تیار ہو جائیں گی جو 2014 سے زیر تعمیر ہیں۔

☆ سڑک ٹرانسپورٹ اور شاہراہوں کے وزیر نتن گڈکری کے مطابق شمال مشرق میں نئی سڑکوں، پلوں اور متعلقہ لوازمات کی تعمیر نیز موجودہ سڑکوں، پلوں اور متعلقہ لوازمات کی بہتری اور توسیع کے سلسلے میں سرمایہ کاری 2014 سے 2019 تک دو لاکھ کروڑ روپے کے بقدر ہو جائے گی۔

☆ اس میں برہم پتر کے ساتھ ساتھ 1300 کلومیٹر لمبے ایکسپریس ہائی وے کے لئے 40,000 کروڑ روپے اور ٹرانس اروناچل ہائی وے پروجیکٹوں کے لئے 55000 کروڑ روپے شامل ہیں۔

☆ بھارت مالا پری یوجنا کے تحت این ای آر میں 5301 کلومیٹر لمبی سڑک کو بہتر بنانے کی منظوری دی گئی ہے۔ اس میں سے شمال مشرق میں اقتصادی راہداری کے ڈیولپمنٹ کے لئے 3244 کلومیٹر لمبی سڑک بھی شامل ہے۔

☆ 9.15 کلومیٹر لمبے ڈھولا۔سادیہ پل کا افتتاح کیا گیا ہے جو آسام اور اروناچل پردیش کو جوڑنے والا ہندوستان کا سب سے لمبا دریائی پل ہے۔

☆ دسمبر 2017 میں دیئے گئے ہندوستان۔میانمار۔تھائی لینڈ سہ طرفہ ہائی وے کے کام میں تیزی لائی گئی ہے۔

بجلی کا شعبہ

☆ شمال مشرق میں چل رہے بجلی پروجیکٹوں کے لئے 1292 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں اور بجلی کے شعبے کے لئے سرمایہ جاتی اخراجات بڑھا کر 267.45 کروڑ روپے کر دیئے گئے ہیں۔ یہ رقم تقریباً 54000 کروڑ روپے کی رقم کے علاوہ ہے، جس کی سرمایہ کاری اس خطے میں خاص طور سے سکم اور اروناچل پردیش میں مختلف پن بجلی پروجیکٹوں میں کی گئی ہے۔

☆ گزشتہ دو برسوں میں اس خطے میں شمسی بجلی پلانٹوں کو فروغ دینے کے لئے مزید 234 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔

بحری جہاز رانی / اندرون ملک آبی راہیں

☆ بحری جہاز رانی اور جہاز رانی کے مقصد سے براک دریا کے ڈیولپمنٹ کا کام دو مرحلوں میں کیا جائے گا۔

☆ پہلے مرحلے میں کریم گنج اور بدر پور میں موجودہ ٹرمینلوں کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ بھنگہ۔ سلچر (71 کلومیٹر) حصے کے ڈیولپمنٹ کا کام کیا جائے گا۔

☆ پہلے مرحلے میں براک دریا سے گاد، کیچڑ وغیرہ نکالنے کا کام نومبر 2017 میں شروع ہو گیا ہے۔

☆ دوسرے مرحلے میں سلچر اور لکھی پور میں نئے ٹرمینلوں کے قیام کے ساتھ سلچر۔لکی پور (پچاس کلومیٹر) حصے کے ڈیولپمنٹ کی تجویز ہے۔

اختتام

2018 کے بجٹ میں ''ایکٹ ایسٹ'' پالیسی کے لئے مناسب ٹریکشن کا اہتمام کیا گیا ہے۔ 'رابطہ' شمال مشرق کو آشکار کرنے کی کلید ہے اور ایسا ہو رہا ہے۔

☆ اس خطے کے لئے سرمایہ کاریاں جو پہلے محض ایک خواب تھیں، رفتہ رفتہ آنی شروع ہو گئی ہیں اور امید ہے کہ دو سال کے اندر مسلسل طور سے آنے لگیں گی۔

☆ شمال مشرق اور بقیہ ہندوستان کے درمیان بڑھتے ہوئے رابطوں سے اس علاقے کی صورت حال بدل جائے گی۔

☆☆☆

ایس جے چیرو

شمال مشرقی علاقے کی قومی دھارے میں شمولیت

شمال مشرقی کو قومی دھارے میں کیوں کر شامل کیا جاسکتا ہے؟ یہ سوال ہندوستان کے شمال مشرقی علاقے کے بارے میں اکثر پوچھا جاتا ہے۔ پالیسی سازوں، قانون نافذ کرنے والے افسروں، صحافیوں، اسکالروں اور دوستوں نے یہ سوال مجھ سے اکثر پوچھا ہے۔ اس سوال سے اس علاقے کے بارے میں ذہن میں پہلے سے موجود تاثرات کی نفی ہوتی ہے اور جواہانت آمیز شکل اختیار کرلیتی ہے۔ یہ امر بھی ناقابل قبول نہیں ہے کہ بہت سے شمال مشرقی لوگ اس سوال کو خوش دلی سے قبول نہیں کرتے۔ بسا اوقات اس سوال نے مجھے ہزیمت سے دوچار کیا ہے اور قومی دھارے کی میری صوابدید پر سوال اٹھائے ہیں۔

ہندوستان ایک ایسی سرزمین کی طرح ہے جس میں متنوع فنون، ثقافتوں، نسلوں زبانوں، مذاہب وغیرہ کی آمیزش ہے۔ اس لحاظ سے یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ شمال مشرقی علاقہ ملک کا ایک لازمی جز ہے بالکل اسی طرح جیسے جنوبی ہندوستان، سوراشٹر، پنجاب یا اڈیشہ ہندوستان کے لازمی جز ہیں۔ البتہ یہ تاثر کہ اس علاقہ کو قومی دھارے میں شامل کرنے کی ضرورت ایک قابل تفتیش مسئلہ ہے۔

قومی دھارے میں شمولیت ایک تناظر: ہندوستان کا قومی دھارا آخر ہے کیا؟ اور شمال مشرقی علاقے کو اس سے خارج کیوں سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان کیا ہے، وہ آئین میں درج ہے جس میں سیاسی اصول، حکمرانی کا خاکہ، حکومت کے اختیارات اور فرائض، شہریوں کے حقوق اور ان کے فرائض اور وہ اصول و ضوابط دیئے گئے ہیں، جن پر عمل کرکے ہم حکمرانی کے فرائض انجام دے سکتے ہیں اور ترقی کرسکتے ہیں۔ آئین میں سیاسی روابط، سماجی واقتصادی ترقی اور شہریوں کی آزادی اور ان کے حقوق اور خواہشات کے بارے میں اصول وضوابط درج ہیں۔ قومی دھارے کا مطلب اس لحاظ سے وہ پیمانہ اور سطح ہے جو کوئی علاقہ یا ریاست ان اصول وضوابط کے ذریعہ اپنی خواہشات اور مقاصد کو حاصل کرتی ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کی ہر ریاست یا ہر علاقہ کم یا زیادہ قومی دھارے کا حصہ ہے۔ مثال کے طور پر شمال مشرقی علاقے جہاں خواندگی کی شرح زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ علاقہ ملک کے دیگر علاقوں کے مقابلے قومی دھارے میں زیادہ شامل نہیں جب کہ یہاں موجود بنیادی ڈھانچہ مثلاً سڑکوں اور ریل رابطوں، بجلی اور صنعتی ترقی وغیرہ کے لحاظ اس علاقے کی حالت ابتر ہے۔ سماجی اور سیاسی منظرنامے پر بھی شمال مشرقی علاقے کے لوگ ملک کے دیگری حصوں سے میل ملاپ میں نسبتاً کم سمجھے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت کہ اس علاقے کو چھوڑ کر تمام ریاستیں دراندازی کے مسئلے سے دوچار ہیں۔ اس تاثر کو تحلیل کرنے میں ناکام ہیں۔ البتہ شمال مشرق کے بیشتر لوگوں کا ملک کے فعال باشندوں میں شمار ہوتا ہے اور اس امر پر سوال کھڑے کرنے سے مراد ہے، ان کو قبول کرنے میں پس و پیش کرنا جس سے ان میں الگ تھلگ ہونے کا احساس پیدا ہوسکتا ہے۔ شمال مشرق سے ملک کے مختلف علاقوں میں بڑے پیمانے پر ترک وطن کرنے کا سلسلہ اس علاقے کے لوگوں کا ملک کے دیگر علاقوں سے ربط ضبط کا طریقہ اور پیمانہ کے مطالعہ کا معقول جواز فراہم کرتا ہے۔

نقل مکانی کا منظر نامہ: گزشتہ تین دہائیوں میں شمال مشرق سے ملک کے مختلف علاقوں میں نقل مکانی کرنے والوں میں قابل توجہ اضافہ ہوا ہے جس کی اہم وجہ اعلی تعلیم یا روزگار کی تلاش رہی ہے۔ اس سے دیگر علاقوں کے لوگوں کے ساتھ ربط ضبط بڑھا ہے اور نئے مسائل سامنے آتے ہیں جن سے دونوں اطراف میں ایک دوسرے کے بارے میں دیرینہ تاثرات میں

مصنف آئی اے ایس، کمشنر ایگریکلچرل مارکیٹنگ وایگری بزنس، حکومت تمل ناڈو
sjchiru@gmail.com

تبدیلی رونما ہوتی ہے۔

1980 تک زیادہ تر طلبا ہی تعلیم کے حصول کی خاطر بڑے پیمانے پر مثلاً دہلی کا رخ کرتے تھے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد بہت سے لوگ اپنے آبائی وطن آ کر بس جاتے تھے۔ بعد میں نقل مکانی کے اس طریقے میں تبدیلی آئی اور روزگار کے متلاشی لوگ بہتر مواقع کی تلاش میں ملک کے کسی حصے میں بسنے کے لئے تیار ہوئے۔ یہ طریقہ اطلاعاتی تکنالوجی کے انقلاب کے دور رس عروج کو پہنچا۔ اطلاعاتی تکنالوجی کے اداروں جیسے کال سنٹرس وغیرہ کے قیام اور انگریزی بولنے والے افراد کی ضرورت ہوئی جسے شمال مشرقی لوگوں نے بخوبی پورا کیا۔ اس طرح کی ملازمتوں اور دیگر متعلقہ شعبوں میں مانگ کی وجہ سے نوجوانوں کو نقل مکانی کے لئے مجبور کیا۔ ان لوگوں نے ایئر ہوسٹس، فرنٹ ڈیسک اسسٹنٹ اور سیلز افراد، اسپا اور ہوٹلوں میں روزگار حاصل کئے۔ اس وقت تک ملک کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں نقل مکانی کرکے لوگ پہنچنے لگے۔ ان شہروں میں دہلی، بنگلور، پنے، چنئی، کولکاتا اور ممبئی شامل ہیں۔ بعد میں اس دائرے میں چھوٹے شہر اور قصبات بھی آ گئے۔ اس طرح کارکنوں کا ایک چھوٹا طبقہ جو تعمیراتی کام، چائے باغات وغیرہ میں کام کرتا تھا، جنوبی ہند منتقل ہو گیا۔

نقل مکانی کی وجوہات: ملک کے وسیع سائز کو مدنظر رکھتے ہوئے شمال مشرق سے نقل مکانی کرنے والے افراد کی تعداد نسبتاً کم یا غیر اہم ہوسکتی ہے۔ البتہ علاقے کے منظر نامے سے نقل مکانی میں آئی تیزی اور پیمانے دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اس نقل مکانی کے پس پشت اہم وجوہات رہی ہیں۔

شکلا کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ اس علاقے میں چار چیزوں کی کمی ہے۔ بنیادی ضرورتوں کی کمی، بنیادی ڈھانچے کا فقدان، وسائل کی کمی اور سب سے اہم ملک کی دیگر حصوں سے افہام و تفہیم کا فقدان۔ اس تجزیے سے قابل قبول وضاحت فراہم ہوتی ہے۔

پہلی تین کمیٹیوں کی وجہ سے اس علاقے کی معاشی صفات نے ہجرت کا سامان فراہم کیا۔ سب سے زیادہ کمی تھی اچھی تعلیم کے لئے بنیادی ڈھانچے کی جس کی وجہ سے والدین بہتر تعلیمی مواقع کے لئے بچوں کو وہاں سے بھیج دیتے تھے۔ اس کے علاوہ دراندازی کے عفریت اور سماجی و سیاسی بے چینی اور امن وامان کی ابتر صورت حال نے ماحول پراگندہ کردیا تھا۔

دوسری طرف دہلی اور کولکاتا جیسے شہروں میں اعلی تعلیم کے مواقع لوگوں کو اپنی طرف راغب کرتے تھے۔ سول سروس کے خواہاں حضرات، بینک ملازمین، وکیل اور اسکالران شہروں میں پڑھنے کے لئے آتے تھے۔

مہاجر کی زندگی: جیسے جیسے طلبا اور روزگار حاصل کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا کالجوں، کال سنٹروں، مالز، ہوٹلوں، اسپا اور ان کی رہائشی علاقوں میں جہاں وہ رہتے تھے، ان افراد کا مجموعہ نظر آنے لگا۔ البتہ اس کے لئے انکو خاصی قیمت چکانی پڑتی تھی۔ ایک نوجوان طالب علم کے لئے بڑے شہر میں جاکر زندگی گزارنا مشکل ہوجاتا تھا۔ بیش تر طالبات چھوٹے قصبوں اور دیہاتوں سے آتے تھے اور وہ طبقاتی بندھنوں میں بری طرح بندھے تھے۔ اچانک ان کو ایک بالکل مختلف ماحول اور مختلف طرز زندگی میں خود کو ڈھالنا پڑتا تھا۔ اپنے طبقے اور اپنی طرح کے لوگوں کی تلاش ان کو اکثر تنگ و تاریک مقامات پر رہنے کے لئے مجبور کردیتی تھی۔ ان کی مختلف جسمانی ساخت اور سماجی عادات کی وجہ سے وہ علاحدہ پہچانے جاتے تھے اور اکثر سماجی تعصب کا شکار بنتے تھے۔ دہلی اور بنگلور جیسے شہروں میں ان کے خلاف استحصال، چھیڑ چھاڑ، زنا، سماجی حملے اور قتل کی وارداتیں بڑھنے لگیں۔ شمال مشرق سے انسانی اسمگلنگ کے واقعات نے بھی تشویش پیدا کردی۔ ان لوگوں کو سمجھنے میں جو عوامل کارفرما تھے، وہ کم ہونے کی بجائے زیادہ ہوتے رہے۔

خطرات سے دوچار مہاجرین کا تحفظ: اروناچل پردیش سے تعلق رکھنے والے اکیس سالہ بندوتانیا نام کے طالب علم کا دہلی ستمبر 2014 میں قتل ایک تحریک کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اس واقعہ سے حکومت ہند اور سیاسی حکومتوں کو صورت حال کی سنگینی کا اندازہ ہوا۔ حکومت ہند نے بیز بروا کمیٹی قائم کرکے شمال مشرق سے آنے والے افراد کے مسائل کو جاننے کی کوشش کی۔ کمیٹی نے ملک کے مختلف حصوں میں رہنے والے شمال مشرق کے لوگوں کے مسائل جاننے اور ان کے سدباب کے لئے اقدامات تجویز کئے۔ متعدد مشاہدین کا خیال ہے کہ حکومت کی طرف سے اٹھائے گئے اس اقدام میں تاخیر ہوئی جس کی قیمت بندو اور دیگر متاثرین نے ادا کی۔ اگر یہ قدم جلد اٹھایا جاتا تو ان کی جانیں بچ سکتی تھیں۔ ملک بھر میں متعدد شہروں میں بہبودی کمیٹیاں بروا کمیٹی کی سفارش پر قائم کی گئیں۔ یہ کمیٹیاں مقامی بلدیاتی اداروں کے ساتھ مل کر شمال مشرق سے ہجرت کرنے والے مقامات کے لئے کام کرتی ہیں۔ سفارشات کے مکمل نفاذ سے شمال مشرق سے ہجرت کرنے والے افراد کے مسائل حل کرنے میں مدد ملے گی۔ اس طرح کے تحفظاتی اقدامات سے جرائم پر مکمل طور پر قدغن نہیں لگایا جاسکتا لیکن ان کے نفاذ سے قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے دلوں میں خوف ضرور پیدا ہوگا۔

دوسری طرف ان سے درپیش مسائل کے تئیں بیداری پیدا کرنے میں اور اس علاقے کے لوگوں کو سمجھنے میں حائل خلا کم کرنے میں مدد ملے گی۔ لوگوں کے گروپوں کے مابین تعلقات اور رابطے میں حائل خلا پر ہوگا۔ لیکن اس کے لئے احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس طرح کے اقدامات کے لئے قانون نافذ کرنے والے اداروں پر زیادہ انحصار مہنگا پڑسکتا ہے کیوں کہ اس سے ان لوگوں کے درمیان تشدد کو ہوا مل سکتی ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ مسائل کا حل تلاش کیا جائے، اس سے پہلے کہ وہ امن و قانون کا مسئلہ بن جائیں۔ اس تناظر میں دونوں طرف کی سماجی تنظیموں اور رویہ میں تبدیلی لانے والے اداروں کا رول ضروری ہوجاتا ہے جس کے ساتھ سرکاری مشینری اور قانون نافذ کرنے والے ادارے معاونت

کریں۔ ابھی تک یہ شعبہ کمزور ہے۔ مقصد سماج کو اس طرح کام کرنا چاہئے کہ مہاجرین کے خلاف کوئی امتیاز اور تعصب نہ برتا جائے۔

مستقبل میں بھی شمال مشرق ہندوستان سے ہجرت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ بیز بروا کمیٹی رپورٹ کی سفارشات پر عمل درآمد اور احتیاطی اقدامات کے ذریعے محفوظ سماجی ماحول اور باہمی احترام آنے والے نسلوں کے لئے راہ ہموار کرسکتا ہے۔

مستقبل کا حل: گزشتہ پچیس برسوں میں ہندوستانی معیشت نے بے مثال ترقی کی ہے اور ہندوستان ایک اقتصادی سپر پاور بن کرا بھرا ہے۔ ترقی کا حصہ بننے کے لئے ملک بھر سے عوام روزافزوں معاشی مواقع سے مستفید ہونا چاہیں گے۔ ایسے حالات میں شمال مشرق سے نوجوان کی ملک کے دوسرے حقوق میں ہجرت ایک نیک فال ہے اور علاقہ کے لئے خوش آئند بھی۔

اگر چہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ لوگوں کو اچھی تعلیمی بنیادی ڈھانچے کے فقدان، عوامی حفظان صحت کی ابتر صورت حال، سرکاری وسائل کی کمی، معاشی مواقع کا انجماد، دراندازی، بدعنوانی اور ناکارہ انتظامیہ جو علاقہ کی ترقی کو مسدود کئے ہوئے ہے، کی وجہ سے وہاں سے ہجرت کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے۔ یہ بات اس علاقے کے لئے اچھی نہیں ہے کہ مہاجرین میں زیادہ تعداد ان طلبا کی ہے جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے باہر جاتے ہیں کیوں کہ وہاں اچھی تعلیم ماحول دستیاب نہیں ہے۔ شیلانگ جیسی جگہیں جہاں تعلیمی سہولیات وافر دستیاب نہیں، اب دہلی، چنئی، پنے، کولکاتا اور ممبئی سے پچھڑ گیا ہے۔ ان شہروں میں مہنگائی بہت ہے جس کی وجہ سے تعلیم کا حصول مہنگا ہوجاتا ہے۔ اس علاقے میں سیاحت، آئی ٹی ٹکنالوجی کے اداروں، خوردنی اشیاء تیار کرنے والے کارخانوں، میزبانی اور صحت کے شعبوں میں روزگار کے مواقع کم ہونے کی وجہ سے وہاں سے لوگ ہجرت کرتے رہے ہیں۔ اس طرح کی ہجرت سے اس علاقہ میں طلب اور رسد کے درمیان عدم توازن اور ترقی کے فقدان کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس کے حل کے لئے اس علاقہ میں ترقی خاص طور پر ان شعبوں میں ترقی کے مواقع پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

شمال مشرق کے ترقیاتی مسائل پر دھیان دینے کے لئے حکومت ہند نے شمال مشرقی علاقے کا محکمہ اور شمال مشرقی کونسل قائم کی ہے حکومت کی توجہ اس علاقے میں بنیادی ڈھانچے کو مستحکم کرنے پر مرکوز ہے۔ ان بنیادی ڈھانچوں میں سڑک، ریل اور آبی راستوں کو بہتر بنانا اور فضائی رابطوں اور مواصلاتی نیٹ ورک کو فروغ دینا شامل ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت اس علاقے میں چھوٹی، بہت چھوٹی اور اوسط درجے کی صنعتوں کو بہتر بنانے، ترقی اور فروغ دینے کی غرض سے مختلف اسکیموں کو زیر نفاذ لارہی ہے۔ حکومت کی لک ایسٹ پالیسی میں علاقے کے ترقیاتی منظرنامہ کو یکسر بدل دینے کی گنجائش ہے۔ یہ ترقی محض تجارت کے لئے ایک وسیلہ ہی نہیں فراہم کرے گی بلکہ یہاں ترقی کے مراکز قائم کئے جائیں گے تاکہ حقیقی ترقی کو ممکن بنایا جاسکے۔

☆☆☆

ایس اے ٹی ایچ – تعلیم کا نقشہ راہ جاری

☆تعلیم میں افرادی قوت کی مکمل تبدیلی کے لئے دیرپا کارروائی (ایس اے ٹی ایچ ای) کے نیتی آیوگ کے پروجیکٹ کا نقشہ راہ 20-2018، جس پر اس پروگرام میں شرکت کرنے والی تین ریاستیں، جھارکھنڈ، مدھیہ پردیش اور اڈیشہ عمل کررہی ہیں، اس کا اجرا 17 مارچ کو نیتی آیوگ کے سی ای او جناب امیتابھ کانت کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ اس موقع پر جھارکھنڈ کے چیف سکریٹری جناب سدھیر ترپاٹھی، ایچ آر ڈی نیتی آیوگ کے مشیر جناب آلوک کمار، تعلیم کے پرنسپل سکریٹری صاحبان، اسٹیٹ پروجیکٹ ڈائریکٹرس (ایس پی ڈیز)، تعلیم کے شعبے میں علمی شراکت اور تعلیم کے شعبے میں کام کرنے والے نمائندے بھی موجود تھے۔ اس نقشہ راہ کا اجرا قومی اسٹیئرنگ گروپ (این ایس جی) کی میٹنگ کے خاتمے پر عمل میں آیا۔ یہ گروپ اس پروجیکٹ کی گورننگ باڈی ہے، جس کے صدر نیتی آیوگ کے سی ای او ہیں۔ جناب امیتابھ کانت نے کہا کہ ''ایس اے ٹی ایچ ای کا مقصد تعلیمی نظام میں اس کے مرکز پر طلبہ اور ٹیچر کا 'ساتھی' بننا ہے۔'' جناب کانت نے اس پروجیکٹ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے کہا ''اس کا مقصد پورے سرکاری اسکول کی تعلیم کے نظام کو ہر بچے کے لئے جواب دہ، امید افزا اور تبدیلی لانے والا بنانا ہے۔'' ریاستوں کے نقشہ راہ کے اجرا سے پہلے ایک ورکشاپ منعقد ہوئی، جس میں خصوصی شرکت تعلیم کے ریاستی پرنسپل سکریٹریوں اور ریاستی پروجیکٹ ڈائریکٹروں نے فیلڈ میں کام کرنے والے افراد کے ساتھ کی۔ ریاستوں نے تعلیم کے میدان میں باضابطہ طریقے پر اپنی جدت کاری سے متعلق کارروائیوں کو پیش کیا تاکہ ایک دوسرے کے تجربے سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ مدھیہ پردیش کے پرنسپل سکریٹری جناب دیپتی گوڑ مکھر جی نے ٹیچروں کے حالات کو معقول بنانے کی مجموعی اسکیم پیش کی، جس پر ان کی ریاست میں عمل کیا جارہا ہے۔ اس کا مقصد ٹیچروں کی خالی اسامیوں کو دوسرے اسکولوں سے شفاف اور آن لائن نظام کے وسط سے تبادلے کے ذریعے پر کرنا ہے۔ اڑیسہ کے پرنسپل سکریٹری جناب پی کے مہاپاترا نے مقدمات کے بندوبست کے مربوط نظام کو فروغ دیئے جانے کو اجاگر کیا۔ یہ ایک مربوط آن لائن سافٹ ویئر ہے، جس کا مقصد مختلف عدالتوں اور ٹریبونلوں میں زیر التوا تعلیم سے متعلق کیسوں کو باصلاحیت طریقے پر فیصل کرنا ہے۔ جھارکھنڈ کے پرنسپل سکریٹری جناب امریندر پرتاپ سنگھ نے اسکول کے سائز کو زیادہ سے زیادہ بڑا کرنے کی ضرورت پر بحث کی، تاکہ معیار میں بہتری پیدا کی جاسکے۔ ٹیچروں کی ضرورتوں کو پورا کیا جاسکے اور وسائل کو مناسب طریقے پر الاٹ کیا جاسکے۔

ان پروگراموں اور نقشہ راہ میں دیئے گئے دیگر پروگراموں کو مزید مستحکم بنایا جائے گا اور ایس اے ٹی ایچ ای میں شامل ریاستوں تعلیم کے شعبے میں علمی شرکت کرنے والوں یعنی بوسٹن کنسلٹنگ گروپ اور پیرامل فاؤنڈیشن فار ایجوکیشن لیڈرشپ کے صلاح مشورے سے اگلے چوبیس مہینوں میں عمل کیا جائے گا۔ یہ سہ جہت والا بندوبست، جہاں نیتی آیوگ اور تین ریاستوں کو ایک چیلنج بھرے طریقہ کار کے ذریعے منتخب کیا گیا ہے اور پرائیویٹ سیکٹر کے تعلیم کے شعبے میں علمی شرکت کرنے والوں سے مسابقت کے جذبے کا اظہار ہوتا ہے اور امداد باہمی پر مبنی وفاق کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس طریقہ کار کے ذریعے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ انسانی وسائل کی ترقی کی وزارت (ایم ایچ آر ڈی) اور ایس اے ٹی ایچ ای کے تحت چلنے والے پروجیکٹ اپنے اپنے تعلیم کے ریاستی نظاموں سے ہم آہنگی رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر شیلندر چودھری/میہین ڈولو/ ڈمپل ایس داس

ہندوستان کے شمال مشرقی خطے میں

خواتین کو اصل دھارے میں شامل کرنا

این ای آر او آر ایم پی کے معاملے کا ایک مطالعہ

ہندوستان کا شمال مشرقی خطہ گونا گوں ثقافتی اور سماجی و اقتصادی حقائق کے حامل 250 سے زیادہ مختلف نسلی فرقوں کا مسکن ہے۔ یہ خطہ خواتین کو با اختیار بنانے کے سلسلے میں چیلنجوں اور مواقع کے ایک بے مثل مجموعے کے ساتھ ایک پیچیدہ سماجی و ثقافتی ڈھانچہ پیش کرتا ہے۔ جنس کو با اختیار بنانے کا تعلق خواتین کی سماجی، اقتصادی، سیاسی اور قانونی طاقت میں اضافہ کرنے اور اسے بہتر بنانے سے ہے تاکہ خواتین کے مساوی حق کو یقینی بنایا جائے نیز اپنے حقوق کا دعوی کرنے کے سلسلے میں انہیں کافی پراعتماد بنایا جائے۔

ڈاکٹر شیلندر چودھری شیلانگ میں ان ای آر سی او آر ایم پی کے ڈائریکٹر، جناب میہین ڈولو ڈائریکٹر (این آر) اور محترمہ ڈمپل سوناری داس کو آرڈی نیٹر (کے ایم اور مواصلات) ہیں۔

mdnercormp@gmail.com

mihindollo@gmail.com

dimkimson@yahoo.com

کئی لحاظ سے شمال مشرقی ریاستوں میں خواتین کے سلسلے میں اشاریوں کا موازنہ اوسط ہندوستانی صورت حال کے ساتھ بہت سازگار طور سے کیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے پوری صورت حال کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ اپنے روزمرہ کے کام انجام دیتے ہوئے خواتین کو ان کے ذریعے انجام دیئے جانے والے کاموں کو نوعیت کی وجہ سے مردوں کے مقابلے میں خواتین بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شمال مشرق میں خواتین نے اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرنے اور کھلانے پلانے نیز اپنے گھر کا چولہا جلائے رکھنے کے لئے خود سے بیڑا اٹھالیا ہے۔ ایسا انہوں نے کسی انتخاب سے نہیں بلکہ کچھ تاریخی اور روایتی اسباب سے کیا ہے۔ فیصلہ سازی میں ان کا کردار مکمل طور سے غائب ہے، جس طرح سے کہ روایتی اداروں میں ان کی موجودگی تقریباً صفر ہے۔ سیاسی اور سماجی فیصلہ سازی میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے خواتین مردوں کے مقابلے میں سماج میں ایک کمتر حیثیت کی حامل ہیں۔

خواتین زراعت اور مویشیوں کی دیکھ بھال کے سلسلے میں ایک بڑا کردار ادا کرتی ہیں۔ لیکن انہیں ان روایتی اداروں میں شامل نہیں کیا جاتا ہے جو زیادہ تر ضابطہ جاتی ادارے ہیں نیز زمین کے انتظام، روایتی اور رواجی خواتین کے نفاذ، جنگلات کے انتظام اور مالیے کی وصولی وغیرہ کی نگرانی کرتے ہیں۔

این ای آر سی او آر ایم پی ایس اقدام

’’اوپری زمینی علاقوں کے لئے شمال مشرقی خطے کی کمیونٹی کے وسائل کے انتظام سے متعلق پروجیکٹ‘‘ شمال مشرقی کونسل، شمال مشرقی خطے کے محکمے کی وزارت، حکومت ہند اور زرعی ترقی و فروغ کے لئے بین الاقوامی فنڈ (آئی ایف اے ڈی) کے ایک مشترکہ اقدام کے طور پر 1999 سے عمل میں آیا تھا جس کا مجموعی مقصد، ایک ایسے انداز میں جس سے ماحولیات کے تحفظ اور بحالی میں مدد ملے، جراحت پذیر گروپوں کے وسائل کے بہتر انتظام کے ذریعے ایک پائیدار انداز میں ان گروپوں کی روزی روٹی کو بہتر بنانا ہے۔ مذکورہ پروجیکٹ نے 2640 گاؤوں کا احاطہ کیا ہے اور 188843 کنبوں تک رسائی حاصل کی ہے۔ قومی وسائل کے انتظام کے 2960 گروپ تشکیل دیئے ہیں۔ یہ گروپ ایک عمل درآمدی ادارہ ہے جو گاؤں کی سطح پر منصوبہ بندی کا انچارج ہے۔ اس کے علاوہ اس پروجیکٹ نے اپنی مدد آپ کرنے والے 8326 گروپ بھی تشکیل دیئے ہیں۔ خواتین کے ان گروپوں کو بچتوں اور کاروبار کے انتظام میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس پروجیکٹ نے اروناچل پردیش میں چنگ لانگ، ٹرپ اور لونگ ڈنگ، آسام میں کربی انگ لونگ اور دیما ہساؤ اضلاع، منی پور میں چنڈیل، چورا چندپور، اکھرول اور سیناپتی اضلاع نیز میگھالیہ میں مغربی

کھاسی پہاڑیوں اور مغربی گارو کے اضلاع کا احاطہ کیا ہے۔اس پروجیکٹ کا نظریہ یہ ہے کہ خواتین کے گروپ کے ذریعے خواتین کے لئے سازگار سرگرمیاں شروع کی جائیں تاکہ ان کے اعتماد اور انتظامی صلاحیتوں میں اضافہ ہو نیز کمیونٹی کے اجتماع میں ان کی آواز زیادہ موثر ہو۔

این ای آر سی او آر ایم پی نے پروجیکٹ کی سرگرمیوں پر عمل درآمد کرنے کے سلسلے میں خواتین کو شامل کرنے کی غرض سے مختلف اقدامات بھی کئے ہیں:

☆منصوبہ بندی کے اشتراکی عمل کے ایک حصے کے طور پر خواتین کے ساتھ علاحدہ سے تفاعل کئے گئے تھے جس کے نتیجے میں گاؤں کے لئے کمیونٹی کے وسائل کے انتظام کے منصوبے (سی آر ایم پی) کی تیاری سے قبل خواتین کی ضروریات کے بارے میں خود ان کے ادراک پر مبنی گاؤں کی سطح پر منصوبے کی تیاری عمل میں آئی۔ خواتین میں اور ان کے بارے میں بیداری پیدا کرنے کا معاملہ اس پروجیکٹ کے ذریعے اہتمام کردہ کسی بھی تربیت کا ایک اہم عنصر رہا تھا۔

☆خواتین کو خاص طور سے ہتھ کرگھا کے شعبے میں تربیت اور بہتر پیداواری طریقوں تک مساوی رسائی فراہم کی گئی تھا کیوں کہ وہ وضع کردہ مصنوعات کے فروغ، تکنالوجی کی بہتری، ہنرمندی میں اضافے اور مارکیٹنگ کی مداخلتوں کی اہم استفادہ کنندگان ہیں۔

☆پروجیکٹ کی سرگرمیوں میں خواتین کو شامل کرنے سے دیہی خواتین اپنی نقل وحرکت کی صلاحیت، بہتر صحتی دیکھ بھال اور نتیجتاً اپنی پیداواری صلاحیت میں اضافہ کرسکتی ہیں۔خواتین پر مرکوز ترقیاتی اقدامات سے خواتین کو فرصت کا زیادہ وقت ملا ہے اور ان کو ہر وقت کی محنت مشقت سے نجات ملی ہے۔

☆کم اخراجاتی صفائی ستھرائی، پینے کا صاف پانی فراہم کرنے، بین دیہی سڑکوں، انتظار کرنے کے سائبانوں اور جمع کرنے کے مرکزوں وغیرہ جیسے اساسی دیہی بنیادی ڈھانچے سے خواتین کی محنت مشقت میں کمی لانے کے سلسلے میں وسیع طور سے مدد ملی ہے۔اس کے علاوہ، بہتر صحت اور حفظان صحت فراہم ہوا ہے نیز اسہال، پیچش، خون کی کمی اور ملیریا وغیرہ جیسی بیماریوں کے مستقل وقوع میں کمی آئی ہے۔کم اخراجاتی صفائی ستھرائی سے دیہی خواتین کے عرصے سے کھوئے ہوئے وقار کو واپس لانے میں مدد ملی ہے کیوں کہ وہ اب اپنی نجی جگہ کی حامل ہیں۔سڑکوں کے بہتر رابطے کی وجہ سے ایس ایچ جی کی اراکین کو مارکیٹ تک بہتر رسائی فراہم ہوئی ہے۔

این ای آر سی او آر ایم پی نے اس پروجیکٹ کے تحت احاطہ کردہ سو اضلاع میں اب تک تقریباً 59282 یونٹ کم لاگتی بیت الخلا تعمیر کئے ہیں۔صفائی ستھرائی کے سلسلے میں این ای آر سی او آر ایم پی کے تعاون سے سوچھ بھارت ابھیان کے سلسلے میں مدد ملے گی۔اس کے علاوہ اس پروجیکٹ کے تعاون سے دیہی خواتین کی پوشیدگی اور وقار کو بحال کرنے میں ہندوستان کے شمال مشرقی خطے کے غریب اور الگ تھلگ کردہ اور پری علاقے کے فرقوں کی بہتری میں بھی مدد ملے گی۔یہ پروجیکٹ گاؤں میں حفظان صحت برقرار رکھنے کے لئے اس پروجیکٹ کے گاؤں میں صفائی ستھرائی کی مہم کے بارے میں بیداری پیدا کی ہے نیز اسے فروغ دیا ہے۔

☆کمیونٹی کے لئے محفوظ کردہ علاقوں کے انتظام میں خواتین کی شرکت کو اصل دھارے میں لاتے ہوئے این ای آر سی او آر ایم پی نے ایک ایسی حکمت عملی تیار کی ہے جس کے ذریعے سے قدرتی وسائل کے انتظام سے متعلق گروپوں کی خاتون اراکین کو این ٹی ایف پی (غیر عمارتی لکڑی والی جنگلاتی پیداوار) کے لئے فہرست میں شامل کیا جاتا ہے جو اس پروجیکٹ والے اضلاع میں سی سی اے کے تقریباً دو لاکھ ہیکٹیئر رقبے سے کھیت اور فروخت کے لئے نکالی گئی ہے۔وہ اس وقت کا تعین کرتی ہیں، جب وہ پیداوار جمع کی جاسکتی ہے۔اس کے علاوہ وہ ''یہ کیجئے اور یہ مت کیجئے'' سمیت ان کے استعمال کے لئے روایتی قواعد اور نیز بازار کی اس کم سے کم شرح کا بھی تعین کرتی ہیں جس پر وہ فروخت کی جاسکتی ہے۔خواتین کا یہ گروپ اس سی سی اے سے متعلق روایتی اور مذہبی عقائد نیز ان پر عمل کرنے کے لئے کچھ قواعد اور ضوابط بھی وضع کرتا ہے۔خواتین کے اس گروپ نے اجرتی مزدوری کے لئے مردوں کی موسمی باہری نقل مکانی کے دوران سی سی اے کا انتظام کرنے کے سلسلے میں خواتین اور نوجوانوں کے کرداروں اور ذمہ داریوں کی توضیح نیز اس مدد کی نشاندہی بھی کی ہے جو مذکورہ کام کرنے کے لئے آخرالذکر کو فراہم کی گئی ہے۔

خواتین کو بااختیار بنانے کے سلسلے میں معاونین کے طور پر این اے آر ام جی اور ایس ایچ جی: این اے آر ایم جی اور ایس ایچ جی دیہی ترقی میں ایک پائیدار، مضبوط اور شمولیاتی مداخلت کے لئے کام کرتے ہیں۔نہ صرف کمیونٹی کی اراکین کو ترجیحات کے تئیں ردعمل کے لئے بلکہ قدرتی وسائل کے موثر طور سے استعمال نیز اختراعی روایتی معلومات اور طریقوں کی نقل کرنے اور انہیں بہتر بنانے کے لئے بھی ادارے کی تعمیر ضروری ہو جاتی ہے۔یہ سی بی او موجودہ روایتی اداروں میں اضافہ کرنے کے لئے نیز

ایک زیادہ ترقی پر مبنی ادارہ جاتی ڈھانچہ تیار کرنے کی غرض سے کمیونٹیوں کی مدد کرنے کے لئے تشکیل دیئے گئے تھے۔ این اے آر ایم جی اس گروپ کی ایک رکن ہونے اور دیہی منصوبہ بندی کے لئے فیصلہ سازی میں شرکت کرنے نیز ان کے لئے ایک عہدیدار کے طور پر منتخب کئے جانے کو لازمی بنانے کی وجہ سے خواتین کی شرکت اور انہیں بااختیار بنانے کو فروغ دیتے ہیں۔

ایس ایچ جی زیادہ تر خواتین کو بااختیار بنانے نیز روٹی اور سماجی شعبے دونوں میں خواتین سے متعلق مسائل پر

توجہ دینے کے لئے تشکیل دیئے جاتے ہیں۔ وہ کلاسکی ایس ایچ جی رہنما خطوط، مقصد اور کام کاج یعنی بچتوں، قرضوں، میٹنگوں، روزی روٹی نیز آمدنی پیدا کرنے والی سرگرمیوں اور سماجی اجتماع پر عمل کرتے ہیں۔ ان اراکین کی کلیدی طاقت تیار کرنے نیز قرض لینے کی ان کی صلاحیت میں اضافہ کرنے کے لئے جس کے نتیجے میں پائیداری آئے، صلاحیت سازی کے مختلف پروگرام شروع کئے جا رہے ہیں۔

مزید برآں پائیداری برقرار رکھنے کے لئے این اے آر ایم جی کو کلسٹر کی سطح پر این اے آر ایم جی ایسوسی ایشن میں اور ضلع کی سطح پر اعلی این اے آر ایم جی ایسوسی ایشن میں ایک ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ اسی انداز میں ایس ایچ جی کو کلسٹر کی سطح پر ایس ایچ جی فیڈریشن اور ضلع کی سطح پر اعلی ایس ایچ جی فیڈریشن کے طور پر ملا دیا جاتا ہے جو اپنی ترقیاتی ضروریات کو پوری کرنے نیز اپنی پیداوار کی اجتماعی مارکیٹنگ کو فروغ دینے کے لئے ایک ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔

ان این اے آر ایم جی کلسٹر ایسوسی ایشنوں اور ایس جی فیڈریشنوں نے غیر پروجیکٹ والے پڑوسی گاؤں کے لئے پروجیکٹ ماڈل کی توسیع کرنے کا کام شروع کیا تھا تا کہ کسی مالی ادارے کے بغیر این ای آر سی او آر ایم پی کی مماثل طرز میں این اے آر ایم جی، ایس ایچ جی تشکیل دینے کے سلسلے میں ان کی مدد کی جائے۔

یہ پروجیکٹ خواتین پر مبنی ایس ایچ جی کے ذریعے بچت کی عادت، دیہی ترقیاتی کام کی فیصلہ سازی اور اس پر عمل درآمد کرنے کے سلسلے میں مساوی شرکت، گروپ کی میٹنگ میں مالی فیصلہ لے کر مالی لین دین میں شفافیت، کھاتے اور ریکارڈ برقرار رکھنے، بینک کھاتہ برقرار رکھنے، سالانہ طور سے گروپ کے ریکارڈوں کا چارٹرا کاؤنٹنٹ کے ذریعے محاسبہ کرنے وغیرہ کی عادت ڈال رہا ہے۔

اس پروجیکٹ نے خواتین کو بینک کھاتہ کھولنے کے لئے کہہ کر اور بینک کاری کے کام کے بارے میں تربیت فراہم کر کے، بینک کھاتے کے ذریعے پروجیکٹ سے کمیونٹیوں کے لئے تمام فنڈ منتقل کر کے، خواتین کے لئے بینک کاری کی عادت شروع کی ہے جو مرکز میں موجودہ حکومت کے بڑے ایجنڈے میں سے ایک ایجنڈا ہے جس نے حال ہی میں وزیر اعظم جن دھن یوجنا، بغیر نقد رقم کی ادائیگی کا نظام وغیرہ شروع کیا ہے۔ اس پروجیکٹ کی ایک اور بڑی حصولیابی ذہنی سوچ کی تبدیلی ہے یعنی کمیونٹی اگر گرانٹ کی بجائے قرض کے لئے کہہ رہی ہے، اپنے گاؤں میں قائم کردہ عام اثاثوں کے لئے کمیونٹی تعاون فراہم کرتی ہے جس سے پیسے یا مفت مزدوری کے لحاظ سے اپنے تعاون سے اثاثے برقرار رکھنے کے لئے زیادہ سے زیادہ ملکیت فراہم ہوتی ہے۔

معاملے کی مثال: منی پور کے اکھرول ضلع میں سر قبیلی معاشرے سے خواتین کو بااختیار بنانے کے لئے ایک مثالی تبدیلی (شری ٹائی جیکس ویشم، ضلع پروجیکٹ ڈائریکٹر اوکھرول ضلع منی پور کے ذریعے)

اوکھرول ضلع میں زیادہ تر تعلق آباد میں نیز کوکلی اور مارنگ قبیلوں کی کچھ آبادی ہے۔ تعلق سماج میں مردوں کا غلبہ ہے۔ خواہ یہ کنبے کے معاملات ہوں یا سماج کے معاملات، فیصلہ سازی میں خواتین کو شامل نہیں کیا جاتا ہے۔ خواتین کو جائیداد میں حق اور وراثت نہیں دی جاتی ہے۔ کنبے اور معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہونے کے باوجود سر قبیلی معاشرے میں خواتین کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ خواتین کی قیادت نیم یا نیم خواندہ خواتین میں ناشندیدہ تھی حالاں کہ کچھ خواتین نے قابل تعریف کامیابی حاصل کی تھی نیز سماج کی تعمیر میں وقیع طور سے تعاون کیا تھا۔

این ای آر سی او آر ایم پی کی مداخلت سے قبل کنبے کے دائرہ اختیار سے باہر خواتین کے ذریعے اقتصادی سرگرمیاں شروع کرنا بہت زیادہ قابل اعتراض اور ناقابل قبول تھا۔ چناں چہ ان کی سرگرمیاں عام طور سے گھر کے چھٹکر کاموں، گھریلو اور زرعی سرگرمیوں تک محدود تھیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ کام کرنے کے کتنے زیادہ لائق اور قابل تھیں۔ اپنی مدد آپ کرنے والے گروپ (ایس ایچ جی) کی تحریک کے شروع ہونے سے پہلے، بچت اور ادھار کی عادت کا نظریہ دیسی تہذیب کے لئے مکمل طور سے بیگانہ تھا۔ اس کے علاوہ خواتین کو کنبے کے پیسے کا انتظام کرنے کا شاید ہی موقع دیا جاتا تھا۔ آج بہت سی خاتون منتظمین ہیں۔ ان سب میں سب سے زیادہ ناقابل حصول کام کھاتے برقرار رکھنے کو سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ عیار قرض دہندگان کسی بھی دیئے گئے قرض کے لئے ماہانہ دس فی صد سود لے کر اس صورت حال سے ناجائز طور سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ ضلع میں بینک

کاری کی اساسی بنیادی ڈھانچہ جاتی سہولیات اور مالی بیداری کے فقدان کی وجہ سے ترقیاتی عمل بدتر ہو گیا تھا۔

کمیونٹیوں نے اس بات کی تعریف کی ہے کہ این ای آر سی او ایم آر ایم پی ضرورت مندوں، خاص طور سے خواتین کو بااختیار بنانے کے صحیح ایجنڈے پر توجہ دینے کی غرض سے صحیح وقت پر قائم کیا گیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ خواتین کے بارے میں بیداری پیدا کرنے اور مساوات کے سلسلے میں اس پروجیکٹ کے نظریے اور حکمت عملی کو غیر معمولی کامیابی ملی ہے۔ اس پروجیکٹ نے مردوں اور خواتین دونوں کی عوامی شرکت کے ذریعے اور پائیدار ترقی کے سلسلے میں تعاون کیا ہے۔ بالآخر اس ضلع کے لوگوں کی سوچ میں ایک بڑی تبدیلی نیز اس ضلع کے مجموعی ترقی کے سلسلے میں مثالی تبدیلی قابل دید ہے۔ اب دیہی ترقی کے بارے میں ہر ایک فیصلہ سازی کے لئے خواتین قدرتی وسائل کے انتظام سے متعلق گروپ (این اے آر ایم جی) جیسی کمیونٹی پر مبنی تنظیم میں مساوی رائے اور حیثیت کی حامل ہیں۔ لہٰذا اکھرول ضلع میں این ای آر سی او آر ایم پی کو خواتین کو بااختیار بنانے کے سلسلے میں امید کی ایک کرن کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

اس ضلع میں بینک کاری کی خراب سہولیات کو دیکھتے ہوئے ایک ایسا ادارہ قائم کرنے کی فوری ضرورت ہے جس سے مختصر مدتی، وسط مدتی اور طویل مدتی جیسی مالی خدمات کے سلسلے میں سہولت مہیا ہوگی۔ چناں چہ اس ضلع کے ایس ایچ جی نے مل کر چھوٹے قرض کا اکھرول ضلع خواتین انسٹی ٹیوٹ (یو ڈی ڈبلیو آئی ایم) قائم کیا ہے۔ یہ انسٹی ٹیوٹ اپنی مدد آپ کرنے والے 810 گروپوں اور 204 گاؤں سے 15390 اراکین کا حامل ہے، جو دیہی خواتین کے مالی ضروریات کے سلسلے میں بہترین ممکنہ حال فراہم کرنے پر زور دیتے ہوئے انسٹی ٹیوٹ کے کام کاج کے سلسلے میں فیصلہ کرتے ہیں۔ اس اقدام سے ایک بہتر روزی روٹی کے سلسلے میں غریبی پر قابو پانے نیز اپنی اصلاح اور ترقی کے لئے دیہی خواتین کو مدد ملی ہے۔ 2008 میں یہ 1.3 کروڑ روپے کے معمولی سے سرمایے سے شروع ہوا تھا (رکن گروپوں کے ذریعے تعاون کردہ) اور آج یہ تقریباً پانچ کروڑ روپے کے سرمایہ کا حامل ہے نیز ایک گھٹتے ہوئے بیلنس پر ماہانہ 1.5 فی صد کی قرضہ جاتی شرح سود کے ساتھ 15000 سے زیادہ اراکین کو مستفید کر رہا ہے۔ یہ کامیابی کئی وجوہات کی بنا پر ملی ہے۔

کمیونٹی کے زیر انتظام چھوٹے مالیہ جاتی ادارے کے طور پر یو ڈی ڈبلیو آئی ایم نے خواتین کو قرض تک رسائی اور بچت کا نظریہ فراہم کرتے ہوئے خواتین کو بااختیار بنانے میں مدد کی ہے۔ اس طرح سے انہیں پائیدار روزی روٹی، خوراک کا تحفظ اور مجموعی سماجی ترقی حاصل کرنے کے سلسلے میں کام کرنے کے قابل بنایا ہے۔

اختتام: ایک پروجیکٹ کے طور پر این ای آر سی او آر ایم پی نے خواتین کی محنت مشقت کو کافی کم کر دیا ہے، خواتین کو بااختیار بنانے کی طرز پر دیہی ترقی کے بارے میں منصوبہ بندی او فیصلہ سازی کے عمل میں خواتین کی بہتر شرکت کے لئے ماحول پیدا کیا ہے۔ وزیر اعظم جن دھن یوجنا کی طرز پر خواتین پر مبنی ایس ایچ جی اراکین کے بینک کھاتے کھولنے سمیت مالی خواندگی فراہم کی ہے۔ خوراک کے تحفظ کے قومی پروگراموں کی طرز میں روزی روٹی کی گوناگوں سرگرمیوں کے ذریعے خواتین کی خوراک اور غذائیت کی سیکورٹی فراہم کی ہے۔ سووچھ بھارت ابھیان کی طرز پر کم لاگتی بیت الخلاؤں اور پینے کے صاف پانی کے ذریعے خواتین کو بہتر صحت اور صفائی ستھرائی فراہم کی ہے۔

این ای آر سی او ایم آر پی ہندوستان کے شمال مشرقی خطے میں بھوک سے نجات یافتہ سماج قائم کرنے کے مقصد کے علاوہ خواتین کے لئے ایک سازگار ماحول کے سلسلے میں کوشش کر رہا ہے۔ اس معاملے کے مطالعات اور گاؤں کے لوگوں کی تصدیق سے پتہ چلتا ہے کہ ہم اس سمت میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ یہ پروجیکٹ ان دیہی کمیونٹیوں کے لئے خاص طور سے خواتین کے لئے بہتر مستقبل حاصل کرنے کی غرض سے مثبت سمت کی جانب آگے بڑھ رہا ہے جو شمال مشرقی ہندوستان کے ناقابل رسائی اور دشوار گزار علاقے میں رہ رہی ہے۔

☆☆☆

دیہی ڈاک نظام کو نئی نمونہ سازی کے ساتھ مستحکم بنایا جائے : نائب صدر جمہوریہ

☆ نائب صدر جمہوریہ ہند ایم وینکیا نائیڈو نے ہندوستانی ڈاک خدمات کے افسران سے اپیل کی ہے کہ دیہی ڈاک نظام کو باز نمونہ سازی اور استحکام کے ذریعہ ایک تقسیم کار اور بنیادی سہولیات کی فراہمی کا مرکز بنایا جائے۔ وینکیا نائیڈو رفیع احمد قدوائی نیشنل پوسٹل اکیڈمی میں انڈین پوسٹل سروس کے پروبیشن افسران سے گفتگو کر رہے تھے۔ اس موقع پر مسٹر وینکیا نائیڈو نے کہا کہ ہندوستان کے قدیم ترین اور وسیع ترین خدمات نظام سے وابستہ ہونے پر فخر کیا جانا چاہئے جس کے ڈاک خانے اور شاخوں کا وسیع تر نظام خاص طور سے سماج کے کمزور طبقوں میں پوسٹل سیونگ اسکیم اور بیمہ اسکیموں کی فراہمی کے ذریعہ سماج کے کمزور طبقوں کے لئے مالیاتی مجموعیت چیلنج پر کامیابی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے حاضر افسران سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انہیں دیہی علاقوں کے عوام کی زندگی میں تبدیلی پیدا کر کے وسیع تر تبدیلیوں کے ایجنٹ کی حیثیت اختیار کرنی چاہئے۔ دیہی ڈاکخانے اس سلسلے میں آئی سی ٹی سینٹر اور ریٹیل سینٹر کی خدمات انجام دے سکتے ہیں، جس سے دیہی آبادی کو لاتعداد فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ نائب صدر جمہوریہ موصوف نے اپنی تقریر میں آگے کہا کہ ڈاکخانے دیہی علاقوں میں آباد لوگوں کو مواصلاتی خدمات فراہم کرانے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ یہ ڈاکخانے شہری اور دیہی علاقوں کے درمیان رابطہ کاری کا ایک اہم وسیلہ ثابت ہو سکتے ہیں اور پوسٹ مین یعنی ڈاکیہ آخری آدمی تک پہنچنے والا پہلا شخص ہوتا ہے اور یہ اپنے آپ میں انتہائی نفیس خدمت ہے جو دور دراز کے علاقوں میں آباد لوگوں کو فراہم کرائی جاتی ہے۔ مسٹر وینکیا نائیڈو نے اس موقع پر اپنی تقریر میں حاضر پروبیشن افسران کو مشورہ دیا کہ انہیں ہندوستانی عوام کو عالمی درجے کی خدمات کی فراہمی کے لئے جدت طراز تصورات پیش کرنے چاہئیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ڈاک ٹکٹوں کی آن لائن فروخت، گنگا جل کی تقسیم، پوسٹ آفس پاسپورٹ سیوا کیندر اور آدھار انرولمنٹ سینٹرز جیسی خدمات عوام الناس کو سہولتوں کی فراہمی کو یقینی بنا سکتی ہیں۔ آپ سب ہمیشہ ان نئے شعبوں کی شناخت کا کام جاری رکھیں، جن سے عوام الناس کے معیار زندگی میں بہتری پیدا کی جا سکے۔

پروفیسر سروج کمار رتھ/ پروفیسر ارون کمار آچاریہ

شمال مشرقی ریاستیں:

سماجی و ثقافتی علاحدگی کا مغالطہ

''نارتھ ایسٹرن فرنٹیئر'' (شمال مشرق سرحد) کی اصطلاح برطانوی سول سرونٹ الیگزینڈر میکنزی نے وضع کی تھی جو اس زمانے میں آٹھ ہندوستانی ریاستوں یعنی ارونا چل پردیش، آسام، منی پور، میگھالیہ، میزورم، ناگالینڈ، سکم اور تری پورہ پر مشتمل تھی۔ الیگزینڈر میکنزی وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے 1889 میں اپنی کتاب 'ہندوستان کی شمال مشرقی سرحد' میں منی پور اور تری پورہ کی شاہی ریاستوں اور ملحقہ پہاڑی علاقوں سمیت آسام کی نشاندہی کرنے کے لئے ''شمال مشرقی سرحد'' کی اصطلاح کا استعمال کیا تھا۔ مینکنزی کا کہنا تھا کہ ''بنگال کی شمال مشرقی سرحد ایک ایسی اصطلاح ہے جس کا استعمال بعض اوقات حد بندی کرنے والے ایک خط کو ظاہر کرنے کے لئے اور بعض اوقات زیادہ عام طور سے ایک خطے کو بیان کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ آخر الذکر معنی میں اس میں وادی آسام کے شمال مشرق اور جنوب کے پورے پہاڑی سلسلے نیز اس کی دور دراز مہمیزوں اور ابھری ہوئی سطحوں کے ساتھ بنگالی اور آزاد برما کے درمیان موجود عظیم پہاڑی نظام کی مغربی ڈھلانیں شامل ہیں۔

آسام کے کچھ ہم عصر مورخین مغربی دنیا سے اس خطے کی شاندار علاحدگی کے بارے میں بات کرتے ہیں اور اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ صرف انگریزی تعلیم کی شروعات سے یہ علاحدگی ختم ہوئی ہے۔ شمال مشرق کی علاحدگی، تفریق، امتیازی پن اور جداگانہ پن کا انتہائی نظریہ ''مغربی کلچر کی شروعات'' کے اثر سے رکا ہے۔ اگرچہ قدیم الایام برسوں کے آسامی شاہی سلسلے تاریخ کے ایک زبردست ادراک کے حامل تھے نیز حیرت انگیز سہولت اور درستی کے ساتھ برنجیاں یا تاریخ وار ریکارڈ برقرار رکھتے تھے۔ تاہم ہزاروں سال سے کافی زبانی تاریخ موجود تھی۔ زبانی ثقافت تحریری یا کتابی ثقافت میں منتقلی کے نتیجے میں شمال مشرقی خطے کی بہت زیادہ تاریخ اور روایت کا نقصان ہوا تھا۔ پڑھنے اور لکھنے کی شروعات ہونے سے شمال مشرق کے باشندے یہ یقین کرنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ زبانی روایات محض کہانیاں ہیں۔ جو بے تک، بے ربط اور جھوٹ موٹ گھڑے گئے قصوں سے بھری ہوئی ہیں''۔

لہٰذا اپنی تاریخ سے محروم کردہ شمال مشرق کے ان باشندوں کو یہ یقین کرنے کے لئے مجبور کر دیا گیا تھا کہ اس خطے کی تاریخ وہ ہے جو امریکی مشن اور برطانوی نو آبادکار انہیں پڑھاتے ہیں۔ نو آبادیاتی طور سے تصدیق کردہ حقائق اور مغربی لوگوں کی تحریری ریکارڈوں کے علاوہ کوئی بھی چیز ماضی کی سنی سنائی اور جھوٹی بات ہے۔ یہی بنیادی وجہ جس کی بنا پر بہت سے لوگ اب بھی شمال مشرقی ہندوستان کو نسلی اعتبار سے علاحدہ، مذہبی طور سے مختلف نیز بقیہ ہندوستان سے سیاسی اور سماجی طور سے غیر مشابہ کے طور پر دیکھتے ہیں۔ یہ ادراک تمام تر ''غلط حقائق، اس خطے کے ادراک کے فقدان اور شاہی علاقے کی سازش'' پر مبنی ہے۔

آسام کے بارے میں سیدھی سادی تاریخ سے وسطی ہندوستان کے ساتھ اس کے لاینفک معاہدے کا پتہ چلتا ہے۔ مثال کے طور پر آزادی سے پہلے تری پورہ کی آخری حکمراں رانی کنچن پر بھا دیوی مدھیہ پردیش کی ریوا سلطنت کی ایک راجکماری تھی جس کی شادی تری پورہ کے حکمراں سے ہوئی تھی۔ کنچن پر بھا دیوی نے ہی ہندوستان کے ساتھ الحاق کے معاہدے پر دستخط کئے تھے۔ جنوبی ہندوستان، بہار، اوڈیشہ اور وسطی ہندوستان کے ساتھ شمال مشرق کے کاروباری اور تجارتی تعلقات قدیم زمانے سے لے کر آج تک پھل پھول رہے ہیں۔

مخصوص جغرافیائی مقام اس خطے کی سرحد کو پانچ غیر ملکی طاقتوں یعنی چین، میانمار، بنگلہ دیش، بھوٹان اور نیپال کی طرف کھولتا ہے۔ یہ پانچ ممالک ہندوستان کے ساتھ تفاعل کرنے کے لئے صرف ایک چھوٹا سا قطعہ زمین چھوڑتے ہوئے اس خطے کو حلقے میں لیتے ہیں۔ پراگ جیوتش پورہ، کام روپا اور آسام جیسے ناموں سے تاریخی طور سے نشاندہی کردہ یہ خطہ ہزاروں برسوں سے

مضمون نگار دہلی یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر
saroj1saroj@gmail.com
میکسیکو میں پروفیسر

رہن سہن کے ہندو طریقے اور سناتن دھرم کے فلسفے میں شرابور ہے۔ آسام کے بارے میں ایک کم معلوم حقیقت یہ ہے کہ یہ ہندوستانی صوبوں میں واحد صوبہ ہے جس نے ہندوستان میں اسلامی حکومت کی پوری مدت میں اسلامی حملے کو کامیابی کے ساتھ پسپا کیا تھا۔

شمال مشرقی ہندوستان: ایک تاریخی توضیح

ہندوستان کے شمال مشرقی خطے کی تاریخ طور سے نشاندہی تین ناموں یعنی پراگ جیوتش پورہ، آسام اور کامروپا سے کی جاتی ہے۔ زبانی تاریخ کے علاوہ آسام کا سب سے پہلے ذکر کالیکا پران، وشنو پران اور جوگنی تنتر میں پایا جاسکتا ہے۔ پرانوں اور تنتر میں آسام کا ذکر کامروپا کے طور پر کیا گیا ہے جب کہ یہ صوبہ مہابھارت میں پراگ جیوتش پورہ کے طور پر جانا جاتا ہے۔

آسام کے بارے میں اندراج شدہ تاریخ ندھن پور تانبے کے پتروں، گرانٹ اور دوبی پتروں پر خط رمز میں لکھی ہوئی عبارت کو پڑھنے سے شروع ہوتی ہے۔ ندھن پور تانبے کے پتروں پر اندراج شدہ تاریخ کے لئے پران کے رسم الخط سے آسام کی تاریخ لی گئی ہے۔ ندھن پور تانبے کے پترے ایک مہر کے ساتھ تانبے کی سات پتروں پر مشتمل ہیں۔ سلہٹ، جواب بنگلہ دیش میں ہے، اس کے پنکا کھنڈا پرگنا کے ندھن پور گاؤں میں 1912 میں ایک کسان نے تانبے کے یہ پتر دریافت کئے تھے۔ اس کسان نے مختلف لوگوں کو یہ پترے فروخت کردیئے تھے۔ لیکن خوش قسمتی سے پدمانا تھ بھٹاچاریہ نے پہلا دوسرا، تیسرا، چھٹا، ساتواں نیز ایک اور پترا جو یا تو چوتھا یا پانچواں پترا ہوسکتا ہے، دوبارہ حاصل کرلیا تھا اور مختلف رسالوں میں ان کے بارے میں بحث کی تھی۔ بالآخر انہوں نے کامروپا ساسانوالی میں اس کتبے کی تدوین کی تھی۔ چوتھی صدی عیسوی سے شروع کرتے ہوئے ندھن پور تانبے کے پتروں پر ورمن شاہی سلسلے کا شجرہ بیان کیا گیا ہے جو ساتویں صدی عیسوی تک جاری رہا تھا۔ بانا بھٹا کی 'ہرشا چریتا' اور ہیون سانگ کی سی یوکی میں ساتویں صدی تک آسام کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

کوچ بنسا بالی کے ساتھ رتن پال اور دھرم پال کے تانبے کے پتروں پر کتبوں نے تیرہویں صدی تک حکمرانوں کے بارے میں تاریخی خلا کو پر کردیا تھا۔ 1228 عیسوی صدی میں اہوم راجاؤں نے کوچ راجاؤں سے وہ علاقہ لے لیا تھا، انہوں نے اس علاقے کو آسام کہنا شروع کردیا تھا۔ اہوم راجا تاریخ سے ان سب سے زیادہ باخبر شاہی سلسلوں میں سے ایک سلسلہ تھے جو تاریخی فیکلٹی کی ایک اعلی سطح سے مزین تھے۔ اہوم پجاری اور سرکردہ کنبے برنجیون یا شجروں کے حامل تھے، جنہیں معیاری طور پر تازہ ترین کہا جاتا تھا۔ وہ چھال کے مستطیل ٹکڑوں پر لکھے گئے تھے نیز انہیں بہت احتیاط سے محفوظ رکھا گیا تھا اور باپ سے بیٹے کو منتقل کیا گیا تھا۔

زبانی تاریخ میں لفظ آسام کو سنسکرت لفظ ''اساما'

نمبر شمار	شاہی ریاستوں کا نام	دستاویزات کی تفصیل
1	آسام	1۔آسام
		2۔منی پور
		3۔سکم
2	بنگال	1۔تری پورہ
		2۔کوچ بہار
3	کھاسی پہاڑی ریاستیں	1۔بھوول ریاست
		2۔چیرا ریاست
		3۔دوارہ تنگ ٹین مین ریاست
		4۔جیرانگ ریاست
		5۔کھیریم ریاست
		6۔لانگرن ریاست
		7۔لینونگ ریاست
		8۔مہارم ریاست
		9۔ملائی سوہمل ریاست
		10۔ماؤدون ریاست
		11۔ماویانگ ریاست
		12۔ماؤپھلانگ ریاست
		13۔ماؤلونگ ریاست
		14۔ماؤسینزام ریاست
		15۔میلسیم ریاست
		16۔میرین ریاست
		17۔نانگ کھلاؤ ریاست
		18۔نانگ لوائی ریاست
		19۔نوب سوہ پھوہ ریاست
		20۔نانگ اسپنگ ریاست
		21۔نونگ اسٹین ریاست
		22۔پام سنوگٹ ریاست
		23۔رام برائی ریاست
		24۔شیلا کنفیڈریسی ریاست
		25۔سوہیونگ ریاست

نیشنل آرکائیوز آف انڈیا

کی ایک عامیانہ شکل کے طور پر منسوب کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں ناہموار۔ آسام کے ممتاز سنت اور سماجی و مذہبی مصلح سنکارا دیوا نے سولہویں صدی کے اوائل میں آسامی میں تحریر کردہ اپنے بھگوت پرانن میں اساما نام کو مقبول عام کیا تھا۔ زمانہ قدیم سے ہندو طرز زندگی سے بے مفر طور پر وابستہ آسام ہندوستان میں وہ واحد صوبہ ہے جس نے کبھی حملہ آور مسلمانوں کی اطاعت قبول نہیں کی۔ تیرہویں صدی کے شروع میں محمد بختیار خلجی نے آسام کی تسخیر کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کوچ راجہ کے ہاتھوں دنداں شکست ہوئی تھی۔ بختیار خلجی کی فوجیں ماری گئی تھیں اور مٹھی بھر نائب کپتانوں کے ساتھ خلجی خوش قسمتی سے اپنی جان بچا سکا تھا نیز بنگال کے میدانی علاقے کے تحفظ کے سلسلے میں پیچھے ہٹنا پڑا تھا۔ تاریخ اس وقت اپنے آپ کو دہرایا جب مغل سپہ سالار میر جملہ نے 1663 میں آسام پر حملہ کیا تھا۔ لیکن اسے بھی خلجی کی طرح شکست ہوئی تھی۔ میر جملہ کو نہ صرف اہوم راجہ جیادھوج سنگھ کے ہاتھوں ایک دنداں شکن شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا بلکہ اہوم راجہ کے ساتھ ایک ذلت آمیز معاہدے پر دستخط کرنے کے لئے بھی مجبور ہونا پڑا تھا۔ میر جملہ کے سرکاری مورخ نے لکھا ہے کہ اس طرح کا کوئی بھی معاملہ دہلی کی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں واقع ہوا تھا‘‘۔ آسام حملہ آور مسلمانوں اور ان کے ساتھ مذہب پرستوں کی پہنچ سے باہر تھا۔ یہ صوبہ قدیم ہندوستان کے مرکز کے ساتھ قریبی طور سے وابستہ تھا نیز یہ افغانستان اور وسطی ایشیا سے مٹھی بھر حملہ آور اسلامی حکمرانوں کے ہاتھوں جنوبی ہند کی اطاعت قبول کرنے والے اور مغلوب کرنے والے رجحانات‘‘ کو خاطر میں نہیں لایا تھا۔ مثال کے طور پر دہلی کے چوہان حکمراں، پرتھوی چوہان نے بارہویں صدی کے دوران دو بار محمد غوری کو شکست دی تھی نیز دونوں موقعوں پر اس نے اس مسلم حکمراں کو صرف معاف کر دیا تھا جب تیسری بار غوری جیتا تھا تو اس نے پرتھوی راج چوہان کو فوراً قتل کر دیا تھا۔ شمالی ہندوستان میں اس کے اعلیٰ تر طاقت اور جنگی تیاری کے باوجود مسلم حکمرانوں کی اطاعت قبول کرنے کا رجحان تھا۔

جو مسلمان 1205 میں آسام پر محمد بختیار خلجی کے بدنام زمانہ حملے کے دوران اس کے ہمراہ تھے، انہیں مقامی قبیلوں کی مخاصمانہ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تھا جنہوں نے خلجی کے پیروکاروں کے لشکر کو کوئی بھی نقش قدم چھوڑے بغیر قدرے جلد واپس آنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی ہے، خلجی کے ناکام معرکے کے بعد اورنگ زیب کے جوشیلے سپہ سالار میر جملہ سمیت دیگر مسلم حملہ آوروں کے ذریعے ناکام حملے کئے گئے تھے۔ ان سب نے آسام میں ناکامی کا مزہ چکھا تھا۔ تاہم اس وقت تک کچھ مسلمان سپاہیوں نے اپنے شکست خوردہ سالاروں کے ساتھ واپس جانے کے بجائے آسام میں سکونت پذیر ہونے کو ترجیح دی تھی۔ ان لوگوں نے مقامی آسامی لڑکیوں سے شادی کر لی تھی جن میں کچھ لڑکیوں کے رشتہ داروں نے مذہب اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔

جس عیاری کے ساتھ مسلمانوں نے مقامی ثقافت کو اپنایا تھا، اس نے میر جملہ کے سرکاری مورخ شہاب الدین تابش کو یہ لکھنے پر اکسایا تھا کہ ’’آسام میں مقامی مسلمان صرف نام کے مسلمان ہیں۔ ان کے دل مسلمانوں کے ساتھ میل جول کی بجائے آسامی لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے کی طرف زیادہ مائل ہیں‘‘۔ آگے چل کر سترہویں صدی کے وسط میں ایک صوفی حضرت شاہ ملن جو اذان فقیر کے طور پر عام طور سے مانے جاتے ہیں، آسام آئے تھے۔ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ ایک فقیر اور صوفی ہونے کی وجہ سے وہ آسام میں اسلام کو مستحکم بنانے میں کامیاب رہے تھے۔

مغل برطانوی دور میں آسام تین خطوں یعنی سلہٹ، منی پور اور آسام میں منقسم تھا۔ ان تینوں خطوں نے مختلف غیر ملکی حکومتوں یعنی مغل، برمی اور برطانوی حکومتوں کے ساتھ علاحدہ علاحدہ تفاعل کیا تھا۔ سلہٹ بقیہ بنگال کے ساتھ 1765 میں برطانوی حکومت میں چلا گیا تھا۔ مغل حکومت کے دوران ٹھیک طرح سے

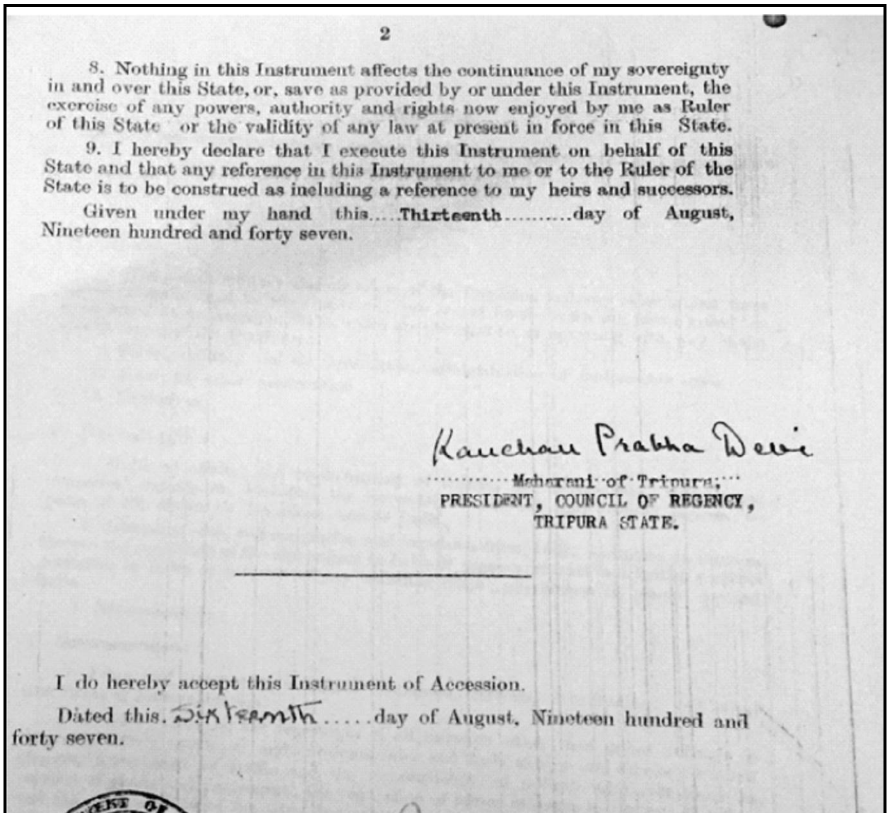

2

8. Nothing in this Instrument affects the continuance of my sovereignty in and over this State, or, save as provided by or under this Instrument, the exercise of any powers, authority and rights now enjoyed by me as Ruler of this State or the validity of any law at present in force in this State.

9. I hereby declare that I execute this Instrument on behalf of this State and that any reference in this Instrument to me or to the Ruler of the State is to be construed as including a reference to my heirs and successors.

Given under my hand this.....Thirteenth..........day of August, Nineteen hundred and forty seven.

Kanchan Prabha Devi

Maharani of Tripura;
PRESIDENT, COUNCIL OF REGENCY,
TRIPURA STATE.

I do hereby accept this Instrument of Accession.

Dated this. Sixteenth.....day of August, Nineteen hundred and forty seven.

(Governor-General of India)

1700 کے دہے کے شروع میں اس خطے نے مسلمانوں کے ساتھ سب سے پہلے تفاعل کیا تھا۔ ابوالفضل کی آئین اکبری میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ سلہٹ ایک خود مختار خطہ تھا۔ اورنگ زیب کے دور حکومت (1648 تا 1707) میں یہ کہا جاتا ہے کہ سلہٹ کے راجا گوبند کو دہلی طلب کیا گیا تھا اور وہاں وہ مسلمان بن گیا تھا۔ راجہ گوبند کے تبدیلی مذہب کے بعد سے کچھ مسلمان سلہٹ میں سکونت پذیر ہوگئے اور وہ آسام اور متصل علاقوں میں اسلامی موجودگی کی شروعات کی تھی۔

1757 میں پلاسی کی لڑائی کے بعد جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے بنگال میں اپنا نظم ونسق قائم کرلیا تھا اور جب آسام 1826 میں یان ڈابو کے معاہدے کے تحت اس کمپنی کے تحفظ میں آ گیا تھا، دوصوبوں کے مسلمانوں نے ایک دوسرے کے ساتھ اکثر وبیشتر تفاعل کیا تھا۔ بنگال سے بڑی تعداد میں مسلمان نقل مکانی کر کے آسام چلے گئے تھے اور اس صوبے میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ ان نئے سکونت پذیر لوگوں نے آسام آنے نیز اپنی معاشی خوش حالی میں اضافہ کے لئے وہاں سکونت پذیر ہونے کے سلسلے میں بنگال کے اپنے ساتھ مذہب پرستوں کی حوصلہ افزائی کی تھی۔

منی پور اور آسام کو 1755 سے لے کر 1826 تک برمی حملے کا مستقل خطرہ لاحق تھا۔ 1824 میں اہوم شاہی سلسلے کے پورندر سنگھ نے برمی فوج کے حملے کا سامنا کیا تھا۔ اس اہوم راجہ نے برمی حملے سے آسام کو بچانے کے لئے برطانوی سیاسی افسر ڈیوڈ اسکوٹ کے ساتھ بات چیت شروع کی تھی۔ برطانوی افسر سے بچنا آسام کے لئے ممکن نہیں تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی مدد سے پہلی اینگلو برمی لڑائی 24 فروری 1826 کو یانڈابو کے معاہدے پر دستخط کرنے کے ساتھ ختم ہوئی تھی۔ اس معاہدے کے مطابق برمی فوج نے آسام کے امور میں مداخلت نہ کرنے سے اتفاق کیا تھا نیز منی پور کے راجہ گمبھیر سنگھ کو تسلیم کیا تھا۔

اگرچہ برطانیہ کے ساتھ بات چیت کی بدولت، آسام نے برمی حملے سے اپنی علاقائی حد کو بچالیا تھا۔ لیکن یانڈابو کے معاہدے سے ایک اور غیر ملکی طاقت، عیسائیوں کی سربراہی والی برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی گرفت قائم ہوگئی تھی۔ اس کمپنی نے مغربی آسام کا کنٹرول لے لیا تھا۔ اگرچہ اس کمپنی نے اہوم راجا کو اپنی حکومت جاری رکھنے کی اجازت دی تھی لیکن اس کا غیر براہ راست کنٹرول اہوم راجدھانی میں ایک سیاسی ایجنٹ کے سکونت اختیار کرنے سے شروع ہوا تھا۔ گوبند چندر کو کچھر کے راجہ کے طور پر بحال کیا گیا تھا جس نے 6 مارچ 1824 کو دستخط کردہ بدرپور کے معاہدے کی وجہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی اطاعت تسلیم کی تھی نیز سالانہ 10,000 روپے کا خراج دینے سے اتفاق کیا تھا۔ اس کمپنی نے 1832 میں اوپری آسام کے راجا کے طور پر پورندر سنگھ از سرنو مسند نشیں کیا تھا۔ آسام پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی بتدریج گرفت میں کلینکل کارگزاری کے ساتھ اضافہ ہوا تھا۔

1838 تک اوپری آسام، کھاسی پہاڑیوں، جینتیا بادشاہت، کچھر، گارو پہاڑیوں اور کھیتوں سمیت پورے خطے پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس صوبے کو 1838 میں بنگال پریزیڈنسی کا حصہ بنایا گیا تھا۔ 1874 تک آسام کو بنگال سے علاحدہ کردیا گیا تھا نیز شمال مشرقی سرحد غیر ضابطہ صوبہ یا آسام چیف کمشنرشپ بنایا گیا تھا۔ برطانوی راج حکومت کے مرکزوں کے طور پر پریزیڈنسیوں کے نظریے کے ساتھ شروع ہوا تھا۔ 1834 تک جب ایک عام قانون ساز کونسل تشکیل دی گئی تھی، ہر ایک پریزیڈنسی کو اس کے گورنر اور کونسل کے تحت اس کی حکومت کے لئے نام نہاد ضوابط کا ایک کوڈ وضع کرنے کا اختیار دیا گیا تھا چناں چہ وہ کوئی بھی علاقہ یا صوبہ جسے جیت کر یا معاہدے

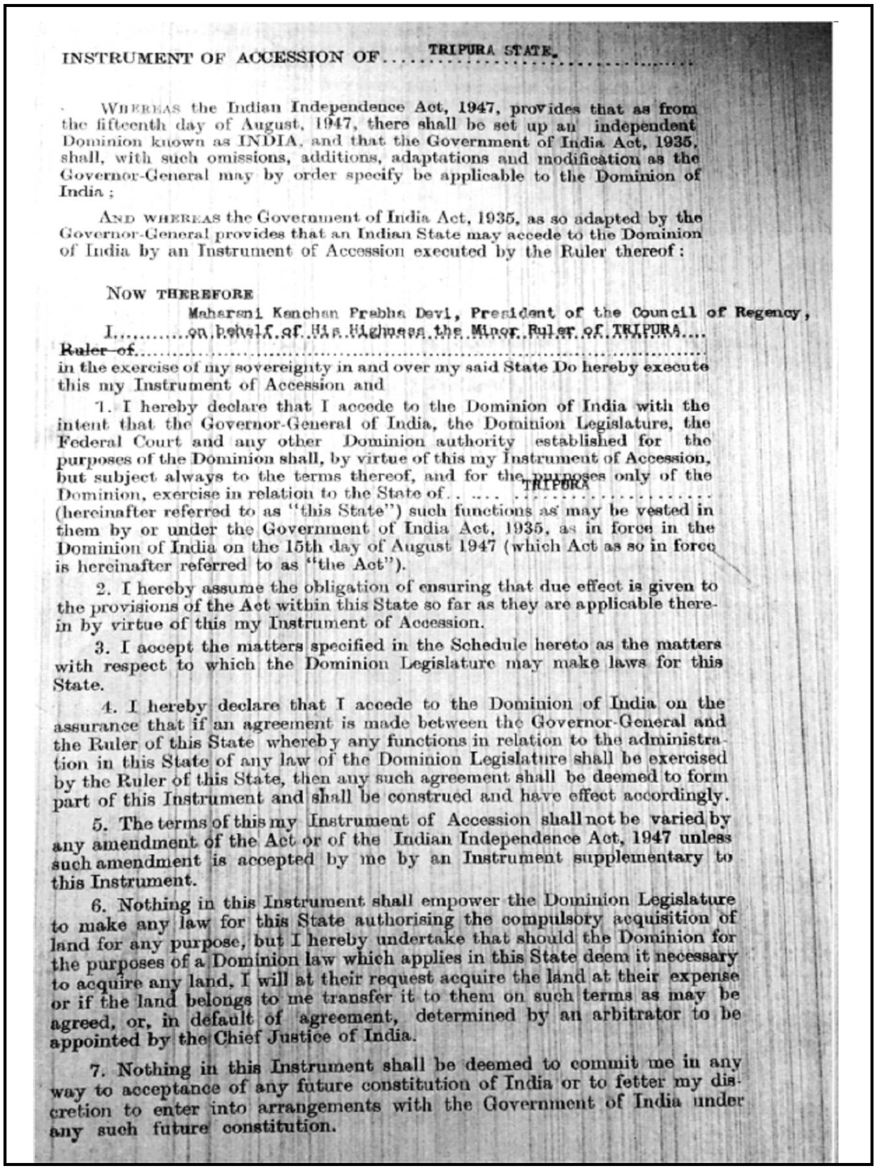

INSTRUMENT OF ACCESSION OF .... TRIPURA STATE.

WHEREAS the Indian Independence Act, 1947, provides that as from the fifteenth day of August, 1947, there shall be set up an independent Dominion known as INDIA, and that the Government of India Act, 1935, shall, with such omissions, additions, adaptations and modification as the Governor-General may by order specify be applicable to the Dominion of India;

AND WHEREAS the Government of India Act, 1935, as so adapted by the Governor-General provides that an Indian State may accede to the Dominion of India by an Instrument of Accession executed by the Ruler thereof:

NOW THEREFORE

I ....Maharani Kanchan Prabha Devi, President of the Council of Regency, on behalf of His Highness the Minor Ruler of TRIPURA.... ~~Ruler of~~ in the exercise of my sovereignty in and over my said State Do hereby execute this my Instrument of Accession and

1. I hereby declare that I accede to the Dominion of India with the intent that the Governor-General of India, the Dominion Legislature, the Federal Court and any other Dominion authority established for the purposes of the Dominion shall, by virtue of this my Instrument of Accession, but subject always to the terms thereof, and for the purposes only of the Dominion, exercise in relation to the State of ....TRIPURA.... (hereinafter referred to as "this State") such functions as may be vested in them by or under the Government of India Act, 1935, as in force in the Dominion of India on the 15th day of August 1947 (which Act as so in force is hereinafter referred to as "the Act").

2. I hereby assume the obligation of ensuring that due effect is given to the provisions of the Act within this State so far as they are applicable therein by virtue of this my Instrument of Accession.

3. I accept the matters specified in the Schedule hereto as the matters with respect to which the Dominion Legislature may make laws for this State.

4. I hereby declare that I accede to the Dominion of India on the assurance that if an agreement is made between the Governor-General and the Ruler of this State whereby any functions in relation to the administration in this State of any law of the Dominion Legislature shall be exercised by the Ruler of this State, then any such agreement shall be deemed to form part of this Instrument and shall be construed and have effect accordingly.

5. The terms of this my Instrument of Accession shall not be varied by any amendment of the Act or of the Indian Independence Act, 1947 unless such amendment is accepted by me by an Instrument supplementary to this Instrument.

6. Nothing in this Instrument shall empower the Dominion Legislature to make any law for this State authorising the compulsory acquisition of land for any purpose, but I hereby undertake that should the Dominion for the purposes of a Dominion law which applies in this State deem it necessary to acquire any land, I will at their request acquire the land at their expense or if the land belongs to me transfer it to them on such terms as may be agreed, or, in default of agreement, determined by an arbitrator to be appointed by the Chief Justice of India.

7. Nothing in this Instrument shall be deemed to commit me in any way to acceptance of any future constitution of India or to fetter my discretion to enter into arrangements with the Government of India under any such future constitution.

کے ذریعے ملایا گیا تھا، متعلقہ پریزیڈنسی کے موجودہ ضوابط کے تحت آ گیا تھا لیکن ان صوبوں کے معاملے میں جو حاصل کئے گئے تھے، لیکن ان تینوں پریزیڈنسیوں میں سے کسی ایک پریزیڈنسی میں شامل نہیں کئے گئے تھے، ان کا سرکاری عملہ گورنر جنرل کی پسند کے مطابق فراہم کیا جا سکتا تھا نیز وہ بنگال، مدراس یا بمبئی پریزیڈنسیوں کے غیر ضابطہ صوبوں کے طور پر جانے جاتے تھے اور 1833 تک ایک قانون سازانہ طاقت کے لئے کوئی بھی اہتمام اس طرح کی جگہوں میں موجود نہیں تھا۔

1905 تا 1911 میں بنگال کی تقسیم کے دوران آسام کو مشرقی بنگال اور آسام کے نئے صوبے کے تحت رکھا گیا تھا۔ 1912 میں بنگال کی تقسیم کے اختتام کے بعد آسام ایک علاحدہ ریاست بن گئی تھی۔

آسام کی وسیع اچھوتی وادی اور پہاڑیوں نے مسلمان کسانوں کو اور سکونت پذیریوں کو اپنی طرف کھینچا تھا اور اپنے اندر سمولیا تھا جنہوں نے اس ریاست میں اسلام کے فروغ کے لئے تعاون کیا تھا۔ بعد کے زمانہ میں آسام میں مسلمانوں کی تعداد میں اتنا زیادہ اضافہ ہو گیا تھا کہ 1937 کے قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کے نتیجے میں مسلم لیگ کے لیڈر محمد سعداللہ کی قیادت میں ایک اتحادی حکومت قائم ہوئی تھی۔ محمد سعداللہ یکم اپریل 1937 سے 10 ستمبر 1938 تک، 17 نومبر 1939 سے 25 دسمبر 1941 تک اور 24 اگست 1942 سے 11 فروری 1946 تک وزیر اعلی رہے۔ سعداللہ اس وقت کل ہند مسلم لیگ کی ایگزیکیٹو کے ایک رکن تھے جب 23 مارچ 1940 کو لاہور میں مسلم لیگ کا سالانہ اجتماع ہوا تھا اور پاکستان کی قرارداد منظور کی گئی تھی۔

سر محمد سعداللہ کی مسلم لیگ وزارت کے دوران سیاسی وجوہات سے بنگال سے آسام میں مسلمانوں کی نقل مکانی کرنے کے لئے ایک جامع کوشش کی گئی تھی۔ دسمبر 1943 میں آسام کے ایک دورے کے بعد وائسرائے لارڈ ویویل نے وائسرائے کے روزنامچے میں لکھا تھا ''بڑا سیاسی مسئلہ زیادہ خوراک پیدا کرو کے نعرے کے تحت غیر مزروعہ سرکاری زمینوں میں اس نقل مکانی میں اضافہ کرنے کے لئے مسلم وزراء کی خواہش ہے۔ لیکن فی الواقع ان کا مقصد مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کرنا ہے۔

تقسیم ملک کے بعد سعداللہ نے آسام میں رہنے کا فیصلہ کیا تھا اور وہ شمال مشرقی ہندوستان سے وہ واحد رکن تھے جو 1947 میں ہندوستان کی آئین ساز اسمبلی کا مسودہ تیار کرنے والی کمیٹی کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔

6 تا 7 جولائی 1947 کے دوران حکومت ہند نے سلہٹ کے مستقبل کا تعین کرنے کے لئے سلہٹ ریفرنڈم کا اہتمام کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس ریفرنڈم میں رائے دہندگان کو دو انتخاب دیئے گئے تھے کو وہ یا تو ہندوستان میں شامل ہوں یا پاکستان میں شامل ہوں۔ ایک مسلم اکثریتی علاقے سلہٹ نے پاکستان کے حق میں فیصلہ کیا تھا۔ 423660 جائز رائے دہندگان میں سے 56.56 فی صد رائے دہندگان نے پاکستان میں شامل ہونے کے حق میں دی تھی، جب کہ 43.44 فی صد رائے دہندگان نے ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔

3 جون 1947 کو وائسرائے ماؤنٹ بیٹن نے اعلان کیا تھا کہ ''اگرچہ آسام زیادہ تر ایک غیر مسلم صوبہ ہے تاہم سلہٹ ضلع میں زیادہ تر مسلمان ہیں جو کہ بنگال سے متصل ہے۔ بقیہ صوبہ آسام بہرحال میں ہندوستان میں رہے گا۔

سلہٹ ریفرنڈم ایک مخصوص پس منظر کا حامل تھا۔ نہ صرف سلہٹ ہندو اکثریتی آسام کے اندر ایک مسلم اکثریتی ضلع تھا بلکہ اس کے مسلمان باشندے بھی سلہٹی زبان بولتے تھے۔ اسکالروں کے ذریعے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ چوں کہ سلہٹ کے مسلمان مسلم لیگ کے حامی تھے، اس لئے آسام میں کانگریس پارٹی کی صورت حال کو مضبوط بنانے کی ایک کوشش میں کانگریسی رہنماؤں نے مسلم اکثریتی سلہٹ مشرقی پاکستان کے سپرد کر دیا تھا۔ کابینی مشن کے ساتھ اپنے تبادلہ اپنے تبادلہ خیالات کے دوران کانگریسی رہنما گوپی ناتھ بردولوئی نے سلہٹ مشرقی بنگال کو دینے کی اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

چوتھی صدی سے شروع ہو کر ہندوستان کی آزادی کے وقت تک آسام میں چار بڑے شاہی سلسلوں کی حکومت تھی۔ اس سرزمین کے سپوت ہوئے بغیر نیز مقامی کی پہاڑ قبیلوں اور پڑوسی صوبوں کی مدد کے بغیر اتنی لمبی مدت تک حکومت کرنا ممکن نہیں ہے۔

آزادی کے وقت شمال سے بنیادی طور سے مراد آسام نیز منی پور اور تری پورہ کی شاہی ریاستیں تھی۔ آزادی کے وقوع کے ساتھ 25 کھاسی ریاستوں نے 1946 میں اپنے آپ کھاسیوں کی ایک فیڈریشن میں تشکیل دے دیا تھا۔

ہندوستان کی آزادی کے دوران نیز بعد میں ہندوستان کے ساتھ شمال مشرق کی شاہی ریاستوں کے انضمام کے دوران علاحدگی یا امتیاز کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ ہندوستان کے شوخ پھول بوٹوں سے آراستہ لہردار علاقوں میں سے ایک علاقہ ہونے کی وجہ سے شمال مشرقی ریاستوں نے ذرا سی بھی پریشانی یا دوبارہ سوچے بغیر ہندوستان کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کئے تھے۔ علاحدگی پسندی کی لہر یا آزاد رہنے کے کسی بھی میلان کا کوئی احساس نہیں تھا۔ تری پورہ نے 13 اگست 1947 کو الحاق کی دستاویز پر دستخط کئے تھے اور تین دن بعد گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے 16 اگست 1947 کو اس الحاق کو تسلیم کر لیا تھا۔ 21 ستمبر 1949 کو مہاراجہ بدھا چندرا نے ہندوستان میں شاہی حکومت کو ضم کرتے ہوئے الحاق کے ایک معاہدے پر دستخط کئے تھے۔

کھاسی ریاستوں کی فیڈریشن نے دفاع/مواصلات اور غیر ملکی پالیسی کی تین شرطوں پر ہندوستانی یونین میں شامل ہونے کے لئے 8 اگست 1947 کو ایک معاہدے پر دستخط کئے تھے۔ 25 ریاستوں میں سے بیس ریاستوں نے 15 دسمبر 1947 کو نوبوسوپھوہ نے 11 جنوری 1948، ماؤلونگ نے 10 مارچ 1948 کو، رام برائی نے 17 مارچ 1948 کو اور نونگ ٹوئن نے 19 مارچ 1948 کو ہندوستان کے حق میں الحاق کی دستاویز پر دستخط کئے تھے۔ 21 ستمبر 1949 کو مہاراجہ بدھا چندرا نے ہندوستان میں شاہی حکومت کو ضم کرتے ہوئے الحاق کے معاہدے پر دستخط کئے تھے۔ گورنر جنرل نے 17 اگست 1948 کو کھاسی پہاڑیوں کی ریاستوں کے الحاق کی دستاویز کو تسلیم کیا تھا۔

سیاست، نوآبادیاتی سوچ تاریخی بے حسی اور مستقل مفادات کے سبب علاحدگی کا بحث مباحثہ پیدا ہوا تھا۔ شمال مشرقی ہندوستان کے علاحدگی کا مغالطہ ایک نظریے پر مبنی ٹھوس تجربی دلیل کی بجائے ایک سبب مہیا کردہ سیاسی ذہنی موضوع کا زیادہ مغالطہ ہے۔

☆☆☆

شیلندر شرما/ ڈاکٹر ششی رنجن جھا

بجٹ 2018 میں تعلیمی مد میں مختص فنڈ

کیا ہم ہدف سے بھٹک رہے ہیں؟

ہندوستانی تعلیمی شعبوں میں بڑے پیمانے پر اصلاحات کا عمل جاری ہے۔ جہاں ایک جانب ایک مشاورتی عمل سے نئی تعلیمی پالیسی کا فروغ جاری ہے، وہیں دوسری جانب اعلی معیاری اداروں (آئی آئی ٹی)، آئی آئی ایم، اسکول آف پلاننگ آرکیٹکچر، سنٹرل یونیورسٹیوں اور اعلیل تعلیم اور تحقیق سے متعلق مختلف آئینی ترمیمات/ بل تیار کئے جارہے ہیں) کو وسعت دینے اور مستحکم کرنے پر خصوصی توجہ دی جارہی ہے تاہم تعلیم کے نظام کو ڈھانچہ بندی، پالیسی، بجٹ وغیرہ جیسی کسی نہ کسی خامی یا دشواری کا ہمیشہ سیس ہی سامنا رہا ہے۔

ملک میں رواں سال کا بجٹ گزشتہ ایک عشرے یا اس سے کچھ زیادہ وقفے میں اپنی نوعیت کا منفرد بجٹ ہے۔ اس سال کے بجٹ میں واضح طور پر تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ بجٹ تجاویز میں تعلیم، تعلیمی، ٹیچر، ٹیچرز الفاظ کو 35 سے زیادہ مرتبہ استعمال کیا گیا ہے جو کہ شاید گزشتہ عشرے کے دوران بجٹ تجاویز میں سب سے زیادہ ہے۔ بجٹ تقریر میں واضح طور پر ایک مجموعی نقطہ نظر اختیار کرنے اور ایک جامع تفکیری نظام بنانے پر زور دیا گیا ہے۔ اسکول ایجوکیشن سیکٹر میں انضمام اور مربوط بی ایڈ جیسے اہم اقدامات سے برآمد ہونے والے ثمر آور نتائج سے اس کی تصدیق ہوئی ہے۔ بجٹ تقریر میں غیر تربیت یافتہ ٹیچروں کی ٹریننگ پر بھی خاص توجہ دی گئی ہے جو ہمیں اس حقیقت کے شعبے میں سرمایہ کاری کو محض مالی بنیاد پر سرمایہ کاری نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اسے وسائل کی سرمایہ کاری سمجھنا چاہئے اور دستیاب بجٹ کو بہتر بنانا چاہئے۔ ایس ایس اے اور آر ایم ایس اے جیسے پروگراموں میں ایک لمبے عرصے تک سرمایہ کاری کرنیک ے بعد اب وقت اس بات کو یقینی کرنے کا ہے کہ اب اس شعبے میں پیسے کی سرمایہ کاری معیار میں استحکام کے لئے کی جائے گی۔

حکومت نے اس ضمن میں سب کے لئے تعلیم کو یقینی بنانے کے لئے آر ٹی ای قانون کی دفعہ 12(1)(c) میں سرکاری امداد حاصل کرنے والے پرائیویٹ اسکولوں کے لئے ایک آئینی التزام کی گنجائش رکھی ہے کہ ایسے اسکول محروم زمروں سے تعلق رکھنے والے بچوں کے لئے 25 فی صد نشستیں محفوظ رکھیں۔ اس سمیت دیگر اقدامات کے نتیجے میں جہاں سرکاری اسکولوں میں دخلے کے لئے رجسٹریشن کی شرح میں کمی واقع ہوئی ہے وہیں پرائیویٹ اسکولوں میں اور اس طرح کے طلبا کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ سرکاری اسکول میں اندراج اور بجٹ مختص کے ابتدائی تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ ایس ایس اے اور آر ایم ایس اے جیسی اسکیموں کے تحت فی بچے کے لئے دستیاب اوسطاً مقدار میں حقیقی طور پر اضافہ ہوا ہے۔

رواں بجٹ تجاویز میں ایک اس دیگر بڑے اور جرات مندانہ قدم جس پر خصوصی توجہ دی گئی ہے، وہ مرکزی اعانت/ اور امداد مالی تعلیم سے متعلق اسکیموں کو اصولوں کے مطابق بنانے پر زور دینا ہے۔ موجودہ تعلیمی مرکب اسکیموں کا ایک انضمام کے لئے استدلال واضح ہے کیوں کہ عمومی طور پر ان اسکیموں پر متحدہ عمل اور ہمہ گیری نظام کے تحت کام نہیں کیا جارہا ہے جس کی وجہ سے نفاذ کی تمام سطحوں پر انتظامی امور سے متعلق کوششوں میں تکثیر ہوتی ہے اور ابہام پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ فنڈ کی فراہمی میں کسی طرح کے لچک کی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔

موجودہ وقت میں ایک اسکیم سے دوسری اسکیم میں نفاذ کی سطح پر فنڈز کی از سر نو تخصیص ممکن نہیں ہے کیوں کہ اگر اسکیم میں اضافی فنڈز کی ہنگامی ضرورت ہوتی ہے جب کہ اس اسکیم کو مختص کیا جانے والا فنڈز کسی دوسری اسکیم کے لئے مثال ہوسکتا ہے۔ ان سب کی وجہ سے ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں جہاں چند اسکیموں میں فنڈز کی قلت ہوتی ہے جب کہ دیگر اسکیموں میں بغیر خرچ ہوا فنڈ موجود رہتا ہے۔ زمینی سطح پر (ادارے کی سطح پر) صورت حال قدرے سنگین ہے۔ مثال کے طور پر پہلی سے بارہویں جماعت تک چلنے والے ایک سرکاری اسکول انتظامیہ کو اسکول میں مختلف وجوہات کے لئے مختلف ضوابط (ایس ایس اے، آر ایم ایس اے، ایم ڈی ایم، اسٹیٹ) پر عمل کرنا پڑتا ہے اور تمام اسکیموں کے لئے علاحدہ علاحدہ اکاؤنٹ رکھنے پڑتے ہیں اور ایک سے زیادہ حکام کو علاحدہ سے نگرانی سے متعلق جانکاری فراہم

کرنی پڑتی ہے۔ یہ کثیر ڈھانچہ اسکول سطح سے اعلیٰ سطح قومی سطح، ایم ایچ آر ڈی) تک کیا جاسکتا ہے۔

مزید برآں رواں بجٹ میں ملک کے قبائلی حصوں میں تعلیم کے سدھار کے لئے اہم اقدامات کی تجاویز کی گئی

ہیں۔ اس ضمن میں ابتدائی مرحلے پر جس سنجیدگی کا سامنا ہوسکتا ہے، وہ شمال مشرقی ریاستوں سمیت ملک کے بڑے حصے میں تعلیمی شعبے میں استحکام ہوسکتا ہے۔ بجٹ تقریر میں بھی اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ ہر ریاست میں ایک سرکاری میڈیکل کالج ہوگا۔ رواں بجٹ میں میٹرک سے پہلے اور میٹرک کے بعد کی اسکالرشپ کے لئے مصارف میں اضافہ کے ذریعے قبائلی طلبا خاص کر شمال مشرقی ریاستوں کے طلبا کے درمیان میں ہی تعلیم چھوڑنے سے متعلق امور کے تصفیے کے لئے کوششوں کو فروغ دیا گیا ہے۔ اس زمانے سے قبائلی طلبا میں بالترتیب 19 لاکھ اور 20 لاکھ طلبا کے استفادے کی توقع ہے۔ بجٹ میں مختص رقم کے علاوہ اس ضمن میں تدریسی نتائج میں سدھار پر زور ایک بڑی ذمہ داری ہے تاکہ شمال مشرقی ریاستوں میں تعلیم کے معیار میں سدھار کی جانب خصوصی توجہ دی جائے کیوں کہ اس خطے میں طلبا کی ایک بڑی تعداد تعلیم کی کم سے کم قابل قبول سطح حاصل کئے بغیر اسکول کو درمیان میں ہی ترک کردیتے ہیں۔

مستقبل کی ذمہ داریاں

ہندوستان تعلیم کے شعبے میں خرچ کرنے کے معاملے میں تاریخی اعتبار سے قدامت پسند رہا ہے اور ابھی بھی یہی صورت حال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ این پی ای کے توسط سے جن اصلاحات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان کے تحت سی ایس آر اور سی ایس ایس او کے ذریعے بھرپور تعاون کے ساتھ ساتھ تعلیم پر سرکاری اخراجات میں زبردست اضافے کی ضرورت ہوگی۔ اس کے لئے مرکز اور ریاستی حکومتوں کو اپنے تعلیمی ڈھانچے کو مستحکم کرنے کے لئے عالمی ترقیاتی رفاقت پر زیادہ زور دینا چاہئے۔ عالمی ترقیاتی رفقاء یعنی انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ پارٹنرز (ڈی پی) جیسے ڈی ایف آئی ڈی، ورلڈ بینک، اے ڈی بی وغیرہ جیسے ڈی بی نہ صرف مالی امور کے توسط سے تعاون کرتے ہیں بلکہ بہترین طریقہ کار کے تجربے سے استفادہ کے مواقع بھی فراہم کرتے ہیں، ڈی بی اس کے علاوہ تکنیکی امداد اور ہنرسازی پروگراموں کے ذریعے تعاون بھی فراہم کرتے ہیں۔

تعلیمی اسکیموں کا انضمام کئی طریقوں سے کارآمد ثابت ہوسکتا ہے اور توقع کی جاسکتی ہے کہ (I) سیکٹر کے لئے دستیاب فنڈز کا استعمال کو بہتر بنایا جائے (II) سیلف سروس کے طرز فکر کے ذریعے ریاستوں/مرکز کے زیر انتظام علاقوں کی مختلف ضروریات کو پورا کیا جائے (III) سنجیدہ اور موثر انتظامیہ، نگرانی اور نظارت کی راہ ہموار کی جائے گی (IV) انتظامی امور میں آنے والے اخراجات اور مساعی میں تخفیف کی جائے گی (V) انٹرکمپونینٹ فنڈ کی روانی میں تیزی آئے گی اور (VI) مالیاتی بازرسی اور نظم و ضبط کا ادارہ جاتی نظام۔

عالمی سطح پر دیگر ممالک کے ساتھ مسابقت برقرار رہنے کے لئے ہندوستان کو تعلیم کے زمرے میں معیاری سدھار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے لئے ایجوکیشن پالیسی مختلف پہلوؤں پر محیط ایک سازگار ماحول قائم کیا جائے، ان مختلف پہلوؤں میں اسکولوں، ان کی مالی استعداد، تدریسی عملے کا پیشہ ورانہ فروغ اور تعلیمی معیار کا تجزیہ وغیرہ شامل ہے۔ اس کے لئے ادارہ جاتی ارو

مقامی سطح پر فیصلہ سازی میں زیادہ شفافیت کے لئے راہ ہموار کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ ان پیچیدگیوں سے ایک کامیاب تعلیمی تبدیلی کے لئے تدارک اقدامات پر عمل درآمد میں مدد ملے گی۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ آنے والے وقت میں نئی پالیسی کو کیسے نافذ کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ مثبت اثرات اور فعالیت کو یقینی بنانے کے مقصد سے نگرانی کے ایک محتاط عمل کی ضرورت ہوگی۔

☆☆☆

سنتوش کمار

انسانیت کے علمبردار ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر

بیسویں صدی ہندوستان کی عظیم شخصیتوں کی صدی رہی ہے جن میں جیوتی باپھولے، چھترپتی شاہو جی مہاراج، مہاتما گاندھی، پنڈت جواہرلعل نہرو، مدن موہن مالویہ، سردار پٹیل، مولانا آزاد، ، ڈاکٹر راجندر پرساد، دین دیال اُپادھیائے، ڈاکٹر لوہیا اور محمد اقبال وغیرہ کے نام بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔انہوں نے اپنے اپنے میدان میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔ان میں سب سے اہم بھارت رتن ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر ہیں، جن کا نام نہایت عقیدت واحترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔وہ آئین کے معمار اور انسانیت کے مسیحا ہیں۔

ڈاکٹر امبیڈکر نا قابل فراموش شخصیت کا نام ہے۔ انھوں نے ہندوستان کے غریبوں، مجبوروں، لاچاروں، مظلوموں کمزوروں، عورتوں کے حق وبرابری کا انصاف دلانے کے لئے اپنی زندگی کا نصب العین بنایا۔ان کا کہنا تھا کہ ہمارے ملک سے چھوت چھات بھید بھاؤ، اونچ نیچ اور ذات پات جب تک ختم نہیں ہوگی تب تک ہمارے ملک کی ترقی نہیں ہوسکتی۔دلتوں پر ہورہے ظلم، وستم کے خلاف انہوں نے جنگ کی شروع کی اور اس کو پوری طرح ختم کرنے کا پکّا ارادہ کیا۔وہ بغیر تھکے دن رات محنت کرتے رہتے تھے۔ان کے لئے دن اور رات ایک جیسا تھا کیوں کہ وہ ہندوستان کو بہت کچھ دینا چاہتے تھے۔ ملک کو ترقی کی راہ پر لے جانا ان کا خاص مقصد تھا۔جب تک عدم مساوات کا خاتمہ نہیں ہوگا تب تک انسانیت کا وجود دشوار ہے۔اس حال میں ملک کبھی ترقی نہیں کرے گا اور نہ نئے سماج کی تشکیل ہو پائے گی۔ جہاں انسانیت ہوگی وہاں ہر انسان آزاد ہوگا اور ایک دوسرے کی مدد کرے گا۔

بابا صاحب کا جنم اس وقت ہوا جب ہندوستان انگریزوں کا غلام تھا۔ان کی پیدائش 14/اپریل 1891 مہوکینٹ، ضلع اندور، مدھیہ پردیش کے (شودر) مہار ذات میں رام جی راؤ، بھیما بائی کی 14ویں اولاد کی شکل میں ہوا۔اس وقت مہار ذات ایک مارشل (بہادر) ذات مانی جاتی تھی۔ان کے دادا مالو جی راؤ انگریزی حکومت کی فوج میں تھے۔اپنی محنت اور لگن سے کئی خطابات حاصل کئے۔ والد رام جی راؤ سکپال بھی انگریزی سرکار کی فوج میں صوبیدار تھے۔ والدہ بھیما بائی سادہ اور بڑی نیک مزاج عورت تھیں۔ بابا صاحب کا نام بچپن میں بھیم راؤ سکپال تھا 1892 میں اونچی ذات کی مخالفت سے 1894 میں گڑکری کمیشن کے طور پر مہاروں کو انگریزی فوج میں بھرتی پر روک لگادی۔اس کے خلاف بغاوت صرف رام جی راؤ نے کی۔بھیما بائی کی 14ویں اولاد میں سے 9 اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور پانچ اولادیں باقی رہیں۔رام جی راؤ بھی مالو جی راؤ کی چوتھی اولاد تھے۔امبیڈکر اپنے گاؤں دپولی میں پانچ سال تک ابتدائی اسکولی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ چھٹے سال 1901 میں ان کا داخلہ ستارہ کے کینٹ اسکول میں کرادیا گیا۔امبیڈکر کا پہلے تخلص امباوڈے کر تھا۔اسی اسکول میں امبیڈکر نام کے ایک برہمن استاد بھی تھے۔ایک دن بھیم راؤ سے بولے کہ تمہارا نام امباوڈے کر بولنے میں اٹپٹا لگتا ہے اور مبیڈکر بولنے میں سیدھا اور اچھا لگتا ہے۔اس لئے آج سے تم بھی اپنا نام امبیڈکر لکھو گے۔تب سے بھیم راؤ اپنا نام امبیڈکر لکھنے لگے۔ان کی دو بہنیں منجلا اور تلسی بھی تھیں۔ بچپن میں پڑوسی بھیم راؤ کی خوب تعریف کیا کرتے تھے اور کہا کرتی تھیں کہ اس کا چال چلن کہہ رہا ہے کہ یہ بہت قابل اور ہونہار بیٹا ہوگا۔یہ اپنے ماں باپ اور ملک کا نام اونچا کرے گا۔اس کا مستقبل بہت روشن ہوگا۔

بابا صاحب معاشی حالات واقتصادی پریشانیوں میں رہتے ہوئے بھی تعلیم کی ان بلندیوں کو چھوتے رہے جہاں عام طور پر پہنچنا ناممکن تھا۔1906 میں رمابائی سے شادی ہوئی۔ 1907 میں میٹرک کا امتحان اول درجے سے پاس کیا اور 1908 میں ایلفسٹن کالج میں داخلہ لیا اور 1909 میں انٹرمیڈیٹ درجہ اول سے پاس کیا تو 1910 میں بڑودا ریاست نے 25 روپے ہر ماہ کے وظیفے پر کولمبیا یونیورسٹی بھیجنے کا اعلان کیا۔1912 میں بیٹے یشونت کی پیدائش ہوئی، گھر میں خوشی کا ماحول چھا گیا۔1913 میں ممبئی یونیورسٹی سے بی۔اے کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ روانہ ہونے کی تیاری کرنے لگے مگر بڑودا حکومت کی شرط کے مطابق ان کے یہاں سکریٹری کے عہدے پر مقرر ہوئے۔لیکن اسی دوران 1913 میں ہی رام جی راؤ کا انتقال ہوگیا۔ گھر میں ماتم

مضمون نگار دہلی یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی اسکالر ہیں۔
antsk786@gmail.com

چھا گیا۔ ذرائع کی کمی کے سبب تعلیم حاصل کرنے میں اہل نہ تھے۔ مگر کہا جاتا ہے کہ جب سبھی راستے بند ہو جاتے ہیں تو ایک راستہ ضرور نکل آتا ہے۔ روشنی کی ایک کرن باباصاحب پر بھی پڑی۔ بڑودا ریاست نے بھیم راؤ کو تین سال کے وظیفے پر امریکہ بھیجا۔ 21 جولائی 1913 کو اکولمبیا یونیورسٹی میں داخلہ لے کر امبیڈکر نے اپنا حوصلہ بلند کیا۔ 1915 میں ''قدیم ہندوستان میں تجارت'' کے عنوان سے ایم اے ''ایسٹ انڈیا کمپنی کے نظامی اور شعبہ ماحولیات'' پر اپنا تحقیقی مقالہ جمع کیا اور 10 جون 1916 کو کولمبیا یونیورسٹی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اسی سال 1916 میں لندن میں M.Sc.,D.Sc کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے داخلہ لیا۔ 1917 میں ہندوستانی انگریزی سرکار نے فوج میں دلتوں کی بھرتی پر لگی پابندی کو ہٹا دیا۔ 1917 میں ہی امبیڈکر صاحب ہندوستان واپس آکر مہاراج بڑودا ریاست کے یہاں سکریٹری کے عہدے پر کام کرتے رہے۔ کچھ دن بعد چھوا چھوت بھید بھاؤ کی وجہ سے ملازمت چھوڑ دی۔ پھر 1918 میں ممبئی کے سڈنہم کالج آف کامرس اینڈ اکونامکس میں پروفیسر کی ملازمت کر لی اور اسی سال کے دوران ''بھارت میں الپ بھومی اور اس کے اپائے'' کتاب شائع کی۔ 1920 میں ''موک نائک'' ہفتہ وار مراٹھی زبان میں رسالہ نکالا۔ 1920 میں ہی پروفیسر عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور وکالت کی پڑھائی کرنے کے لئے لندن یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ 1922 میں ''روپے کا مسئلہ'' پر اپنا تحقیقی مقالہ لندن یونیورسٹی سے پورا کیا مگر نگراں کو اس کی زبان پسند نہیں آئی اور دوبارہ درست کرنے کو کہا، یہ بہت فکر مند ہو گئے اور 1023 میں جرمنی کے بون یونیورسٹی میں ''اکونامسک'' اقتصادیات کی تعلیم کے لیے چلے گئے۔ مگر فیلوشپ بند ہونے کے سبب وہاں رہنا دشوار ہو گیا۔ پھر ۱۹۲۳ء میں ہندوستان میں واپس آکر ممبئی ہائی کورٹ میں وکالت شروع کر دی۔ اسی سال ان کی تھیسیس پرابلم آف روپیز منظور کر لی گئی اور ان کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا گیا۔ اس تھیسیس کو p.s.or king compny نے دسمبر 1923 میں شائع کیا۔ ہندوستان میں بھی اس مقالے کو تھیسیس تھیکر اینڈ کمپنی ممبئی نے دوبارہ شائع کیا۔

بابا صاحب اس وقت کے سب سے بڑے، سب سے زیادہ تعلیم یافتہ تھے اور ہندوستان میں ان کے مقابلے میں اور کسی کے پاس اتنی ڈگریاں نہیں تھیں۔ بقول ڈاکٹر راجندر پرساد ''یہ بالکل سچ ہے کہ ڈاکٹر امبیڈکر نے جتنی اونچی تعلیم حاصل کی ہے اتنی زیادہ ہندوستان میں کوئی اور حاصل نہیں کر سکا''۔ شروع سے ہی ذرائع کی کمی تھی۔ پھر بھی دماغ قدرت نے کمال کا دیا تھا۔ اٹھارہ گھنٹے بنا رکے پڑھتے رہتے تھے۔ بچپن سے ہی چھوا چھوت اور بھید بھاؤ کا احساس ہونے لگا تھا۔ اسکول میں اونچی ذات کے لڑکوں کے ساتھ نہ اٹھ بیٹھ سکتے تھے، نہ کھا پی سکتے تھے، یہاں تک کہ اسکول کے کمرے کے اندر بھی داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ مجبوراً باہر بیٹھ کر پڑھنا پڑتا تھا۔ نل یا تالاب سے ان کو پانی پینے کی اجازت نہ تھی۔ یہاں تک کہ چاک و بلیک بورڈ چھونے کی اجازت نہ تھی۔ دلتوں کو پانی پینے کے لیے اعلیٰ طبقوں نے بانس کی پکی بنا کر منہ میں ڈال کر اس طرح دلتوں کو پانی پلاتے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ ڈاکٹر امبیڈکر کو بہت زور کی پیاس لگی تھی کوئی بھی پانی پلانے والا نظر نہیں آرہا تھا تو انہوں نے خود نل سے پانی پی لیا اتنا دیکھتے ہی سورنوں نے بہت ہنگامہ کیا، اور امبیڈکر کو مارا پیٹا بھی۔ درد کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سیکڑوں دلت عورتیں پانی لینے کے لئے لائن لگائے انتظار میں بیٹھی رہتی تھیں کہ کوئی ہمدرد آئے گا اور برتن میں پانی بھر دے گا مگر کبھی کبھی ہی پانی ملتا تھا ورنہ پورا دن انتظار کرنے کے بعد خالی ہاتھ واپس جانا پڑتا تھا۔ اس طرح اپنے اچھوت ہونے پر کوستی تھیں۔ سفر کے دوران بابا صاحب پیاس سے کراہتے ہوئے ایک مسلم کے پاس جا کر درخواست کرتے ہیں کہ جناب مجھے پانی پلا دیجئے بہت مہربانی ہوگی۔ اتنا سن کر وہ بہت ہی غصے میں گندی زبان میں بولا'' میں مہارا چھوت لڑکوں کو پانی نہیں پلا سکتا ہوں کیونکہ یہ اللہ کے حکم کے خلاف ہے''۔ تب امبیڈکر اپنے والد سے پوچھتے ہیں کہ ''سب لوگ ہمارے ساتھ اچھوت پن کا سلوک کیوں کرتے ہیں؟ ۔ ہمارے سایے کو ناپاک کیوں سمجھتے ہیں؟'' اسی پر کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

ملتے یدی ادھیکار جگت میں، شکچھا اور تباہی سے
تو دنیا کیا غرض تھی، جھگڑے اور لڑائی کی
مرنا سیکھ لیا ہوتا تو، جینا سیکھ گئے ہوتے
دینا سیکھ لیا ہوتا تو، بچے بھوکے نہیں سوتے
جیون ہوگا تبھی سارتھک، اوروں کو بھی زندہ رکھ
دیش ہوگا تبھی مہان، جب ہم ہونگے سچے انسان

ہندوستان میں غیر برابری اور بھید بھاؤ آریوں کی آمد سے شروع ہوئی۔ منواسمراتی میں لکھا ہے'' L=kh 'kæk u /h;rke یعنی عورتوں اور شودروں کو پڑھنے کا حق نہیں ہے وہیں اس کے خلاف منو اسمرتی میں لکھا ہے'' ;=k nork r=k jeUr iT;Ur uk;Lr '' مطلب جہاں عورتوں کی پوجا ہوتی ہے وہاں دیوتا بھی رمن کرتے ہیں۔ اور پھر وہیں منواسمرتی میں لکھا ہے tk;r tUeuk mPp;r f}t lLdkjr 'kæk''' یعنی جنم سے سبھی شودر ہوتے ہیں سنسکار اس کو برہمن چھتری، ویشہ اور شودر بناتا ہے''۔ تو ایسے میں ہمیں بھید بھاؤ نہیں کرنا چاہیے۔ اس ظلم سے نجات دلانے کے لئے بابا صاحب کو پوری دنیا سے مختلف مذاہب کے لوگ ان کو مذہب بدلنے کا مشورہ و لالچ دے رہے تھے۔ مگر بابا صاحب نے انکار کر دیا۔

بابا صاحب ایک منفرد شخصیت کا نام ہے جنہوں نے سماجی برائیوں کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے زہر خود پیا اور آب حیات ہم سب کو دے دیا۔ سماجی انصاف کے لیے جدوجہد کیا۔ کچھ جاہل لوگوں کا کہنا ہے کہ بابا صاحب صرف دلتوں کے لئے لڑے۔ یہ انہیں کے نیتا ہیں۔ مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ ہزاروں سال سے انسانی حقوق سے محروم 85 فیصد لوگوں کو عزت اور آزادی دلانے میں اور باقی کے پندرہ فیصدی اپنے بھائیوں کو گلے لگانے میں لگے رہے۔ ان کی فکر کا سبب سیاسی، سماجی و برابری کا حق دلانا تھا۔ جیسا کہا جاتا ہے کہ 'سماجی حق کی تمہید کے لئے یا کسی بھی فکر کو سمجھنے کے لیے اس کی آمد کی جانچ ضروری ہے۔ ہر انسان اپنے وقت کا قدر دان ہے'۔ اسی خاصیت کے سبب بہت سی مسائل سے لڑ کر بودھ مذہب اپنایا جو کہ

دنیا کا سب سے بہترین مذہب ہے۔ یہ سچی انسانیت کی علامت ہے۔ وہ قومی، بین الاقوامی سطح کو بلند کرتے ہیں۔ بدنصیبی کی بات یہ ہے کہ ہندوستان ذات پات سے نجات پانے کے لئے سنجیدہ نہیں ہے۔ جو آزادی سے پہلے تھا، وہ آج بھی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ذاتی نظام اور سماجی مسئلہ ہے۔ بابا صاحب نے اسے ختم کرنے کے لئے پر زور کوشش کی اور بڑی حد تک کامیاب بھی رہے۔ مگر افسوس ان کے خیالوں کو الگ پیش کیا جا رہا ہے۔ کاسٹ ازم کو ختم کرنے کے لئے سورن ذات میں شادی بھی کی۔ آج لوگ ان کی راہ پر چل پڑے ہیں۔ ہندوستان میں کچھ قوموں کو اونچ نیچ مان کر انسان انسان کے بیچ کھائی ڈال دی ہے۔ جب کہ امریکہ وغیرہ میں ایسا نہیں ہے۔ برہمن واد کو بابا صاحب نے بہت جھیلا ہے۔ آج ہم بھی جھیل رہے ہیں اسی پر بابا صاحب نے ٹھیک ہی کہا ہے ''ملک کتنا بھی اچھا کیوں نہ ہو مگر ملک کا حکمران اچھا نہیں ہے تو اچھا آئین بھی دھرا کا دھرا رہ جاتا ہے۔ سب آج بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم سب آزاد ہیں کیا واقعی ہم سب آزاد ہیں؟ کیا ہندوستان کے ہر انسان کی بنیادی ضرورتیں پوری ہو پا رہی ہیں؟ کیا تعلیم کے میدان میں بھید بھاؤ نہیں کیا جا رہا ہے؟ کیا بندھوا مزدور کی رسم آج بھی جاری نہیں ہے؟

ہندوستان کے کونے کونے میں بابا صاحب کی مورتیاں لگائی جا رہی ہیں اور ان کی عزت افزائی کی جا رہی ہے۔ سیاسی طور پر یہ سب صرف دکھاوا ہے پر سچائی کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اصل تو ان کے خیالات ہیں۔ بابا صاحب کہتے ہیں کہ ''تعلیم ایسی چیز ہے جو ہر انسان تک پہنچنی چاہیے اور تعلیم اتنی سستی ہو کہ غریب سے غریب بھی تعلیم حاصل کر سکے''۔ حقوق و برابری کے بارے میں سوامی ویویکانند جی نے بار بار کہا ہے کہ ''اے اونچی ذات کے لوگوں وقت رہتے ہی اپنے حقوق کو شودروں اور محنت کشوں کے ہاتھوں میں لوٹا دو۔ نہیں تو جب یہ اٹھے گا تو اپنی ایک پھونک سے تمہاری ساری ہستی مٹا کے خاک کر دے گا''۔

ہندوستان کے سبھی پسماندہ قوم کے لوگ ڈاکٹر امبیڈکر کے مجسمے تلے اپنے حق کی مانگ انصاف سے کر رہے ہیں کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ تقدیر کے بھروسے کچھ نہیں ملنے والا ہے۔ آزادی کے بعد بابا صاحب کے خیالات کو آگے بڑھانے کا ذمہ جن لوگوں پر تھا۔ وہ کہیں کوسوں دور تھے۔ صرف جناب کانشی رام جی اور چندہ لوگ ان کے نقش قدم پر کھرے اترے اور اس کارواں کو آگے بڑھایا۔ آج امبیڈکر وادی میں ہم سب ہندوستانیوں کی بھلائی و ترقی ہے۔ بھارت رتن ڈاکٹر امبیڈکر پر پوری دنیا فخر کرتی ہے اور ان سے سبق لیتی ہے۔ قومی سماجی سیاسی و برابری قائم کرنے کے لئے زندگی بھر جدوجہد کرتے ہوئے منزل کے آخر تک پہنچنے میں کامیاب رہے۔ ان کا دماغ اتنا تیز تھا کہ (لندن سے واپس ہندوستان آتے ہوئے ایک جہاز میں خود سوار ہوئے اور دوسری میں ان کی تقریباً 24 ہزار کتابیں) یہ سب کتابیں ان کو زبانی یاد تھیں، یہاں تک کہ پیراگراف بھی زبانی یاد تھا۔ ان کے علم کو کوئی بھی محدود دائرے میں نہیں رکھ سکتا۔ وہ بہت حیرت انگیز انسان تھے۔ جب لندن پڑھنے گئے تو وہاں بھی چھوا چھوت، بھید بھاؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' میرے مہار ہونے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی۔ میں اچھا خاصا امریکن لباس میں تھا مگر اچھوت تھا۔ پھر مجھے کون جگہ دیتا؟'' ہندوستان کی بڑی بڑی شخصیتوں کے بارے میں لکھتے ہیں جیسے'' گاندھی جی اچھوتوں سے چھو جانے پر نہانے کے خلاف اور کچھ نہیں کرتے تھے''۔ بقول گاندھی جی'' چھوت چھات کے خاتمے کے حل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اچھوتوں کے ساتھ شادی، رشتے، کیے جائیں یا ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا جائے۔ اس کا اشارہ صرف اچھوتوں کو شودروں ورگہ کا حصہ مان لیا جائے''۔ ساحر لدھیانوی نے سچ ہی کہا ہے:

ستم کے دور میں ہم اہل دل ہی کام آئے
زباں پہ ناز تھا جن کو وہ بے زباں نکلے

عہد شناس انسان بابا صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کی نظر میں'' آئیڈیل سماج وہ ہے جس میں برابری، آزادی اور بھائی چارے کا میل جول ہو''۔ آزادی سے پہلے جو سماجی برائیاں پنپ رہی تھیں اس کو وقت کے ساتھ بابا صاحب نے ختم کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ وقت کی تبدیلی کائنات کا اصول ہے۔ انسان کے لئے'' سماجی انصاف کے بغیر سیاسی آزادی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ ہمیں ایسا سماج بنانا ہے جس میں نہ غریبی ہو، نہ بے کاری ہو، نہ اونچ نیچ ہو، نہ چھوا چھوت، بھید بھاؤ ہو اور نہ کسی کا استحصال ہو جہاں ہر انسان برابر ہو''۔ بابا صاحب کہتے ہیں کہ'' کسی بھی ملک کے انسان کی شناخت ذات سے نہیں اس کے کاموں سے پہچانا جاتا ہے'' اور عورتوں کے لئے کہا ہے کہ'' جس گھر کی عورت تعلیم یافتہ ہو اس کے بچے ہمیشہ ترقی پر رہتے ہیں''۔ ہندوسانی سماج کے بارے میں کہتے ہیں کہ'' ملک کا آئین کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو جب تک اسے اپنے عمل میں لانے والے قابل و بہتر انسان نہ ہوں تو اچھا قانون بھی برا ثابت ہوگا''۔ بابا صاحب کسی مذہب کے خلاف نہیں تھے مگر مذہب کے حوالے سے سماج میں جو برائیاں پھیلا رہے تھے اس کے خلاف تھے۔ وہ مذہب کی آڑ میں دلتوں، مزدوروں، کمزوروں اور مایوس لوگوں پر ہونے والے ظلم و ستم کے خلاف تھے۔ بقول ڈاکٹر امبیڈکر مزدور کے پاس کھونے کے لئے کچھ نہیں اور پانے کے لئے سب کچھ ہے۔

بابا صاحب کا ارادہ تھا کہ ہندوستان میں ذاتی، سماجی، سیاسی برائیوں کو ختم کر برابری کا سماج بنائیں گے۔ ہم بابا صاحب کے بنائے ہوئے راستے پر چل سکتے ہیں۔ بابا صاحب کی 99ویں سال گرہ 14 اپریل 1990 کو حکومت ہند نے انہیں (جناب وی پی سنگھ کے عہد میں) بھارت رتن سے نواز۔ اس دن کو ہم سماجی انصاف سالگرہ کے نام سے مناتے ہیں۔ ان کی سالگرہ پر گلی، محلوں اور، چوراہوں پر بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں۔ مختصر ایہ کہ غریبوں اور مظلوموں کے مسیحا بابا صاحب ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں زندہ رہیں گے۔

☆☆☆

حسینہ بیگم

شمال مشرق ترقی کے راستے پر

شمال مشرق کی ریاستیں کئی دہائیوں سے مسلسل عدم توجہی کا شکار رہی ہیں۔ حالاں کہ یہ خطہ مختلف قدرتی وسائل سے مالا مال ہے، اس کے باوجود یہاں خاطر خواہ ترقی نہ ہوسکی کیوں کہ یہاں کچھ تنظیموں کے مسلسل ہڑتال، دھرنے اور دیگر وجوہات کی وجہ سے یہاں ترقیاتی عمل مسدود ہوکر رہ گیا تھا۔ ماہرین کی بات اگر مان لی جائے تو اس علاقہ کی پسماندگی کی اصل وجہ یہاں کی جغرافیائی حیثیت اور برسوں سے چل رہی جنگجویانہ سرگرمیاں ہیں۔ لیکن اب حکومت نے اپنی حکمت عملی سے یہاں ترقی کے نئے دور کا آغاز کیا ہے۔ حکومت اب شمال مشرق کے علاقوں پر مسلسل توجہ دے رہی ہے۔

پلاننگ کمیشن نے گیارہویں پنچ سالہ منصوبہ میں اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ ایسے حوصلہ افزا اقدامات کئے جائیں، جن کی بنیاد پر ریاستوں کو اختیارات کی منتقلی ہو اور ریاستیں رقومات اور عملے کی فراہمی کے سلسلے میں پنچایتی راج اداروں کو با اختیار بنائیں۔ ریاستوں میں ان رقومات کی حوصلہ افزائی کے لئے اور اس عمل کو آگے بڑھانے کے لئے اختیارات کی منتقلی کا طریق کار وضع کیا جانا چاہئے۔ اس کام کو پنچایتی راج اداروں کو با اختیار بنانے کا نقشہ کے عنوان کے انجام دیا جانا چاہئے۔

حکومت نے پورے ملک میں سب کو بنیادی تعلیم فراہم کرنے کی خاطر سرو شکشا ابھیان (ایس ایس اے) کو ایک مرکزی سرپرستی والی اسکیم کے طور پر ریاستوں کی ساجھیداری میں نافذ کیا ہے۔ یہ اسکیم شمال مشرق کے لئے خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اِس اسکیم کے لئے مرکز اور ریاستی حکومتوں کے درمیان فنڈ میں ساجھیداری کا تناسب 40:60 ہے، جب کہ 8 شمال مشرقی ریاستوں، یعنی اروناچل پردیش، آسام، منی پور، میگھالیہ، میزورم، ناگا لینڈ، سکم اور تری پورہ اور تین ہمالیائی ریاستوں یعنی جموں وکشمیر، ہماچل پردیش اور اترا کھنڈ کے لئے تناسب 10:90 ہے۔

گزشتہ دنوں وزیر اعظم نے منی پور میں مختلف پروجیکٹوں کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے کہا کہ میں منی پور کے لوگوں کا یہاں کی نظام حکومت اور ریاستی حکومت کا پچھلے ایک برس میں کئے گئے کاموں کیلئے، ان کی حصولیابیوں کیلئے دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مجھے یاد ہے پچھلے سال فروری میں جب میں یہاں آیا تھا، تو میں نے کہا تھا کہ 15 سال میں جو کانگریس سرکار نہیں کر پائی، وہ ہماری ریاستی حکومت 15 مہینوں میں کر دکھائے گی۔ ابھی 15 مہینے پورے ہونے میں 3 مہینے باقی ہیں، لیکن منی پور میں بدلاؤ صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ پہلے حکومت کی پالیسیوں اور فیصلوں سے سماج میں جو منفی رخ آ گیا تھا، اسے بریندر جی کی حکومت نے بدل دیا ہے۔ قانون و انتظام ہو، بدعنوانی اور شفافیت ہو یا پھر بنیادی ڈھانچے سے مربوط کام، ہر محاذ پر منی پور حکومت تیزی سے کام کر رہی ہے۔

منی پور کی ترقی کیلئے آج مجھے قریب قریب ساڑھے سات سو کروڑ کی اسکیموں کو شروع کرنے یا انہیں عوام کیلئے وقف کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ یہ اسکیمیں سیدھے سیدھے یہاں کے نوجوانوں کے خوابوں، ان کی صلاحیت، ان کے روزگار، خواتین کو بااختیار بنانے اور اس خطے میں رابطہ کاری سے مربوط ہیں۔ میرا یقین ہے کہ یہ اسکیمیں ریاست کی ترقی کو نئی بلندیوں پر لے جائیں گی۔

کھیل کود آج صرف تفریح اور صحت مند رہنے کا وسیلہ بھر نہیں رہ گیا بلکہ یہ اپنے آپ میں ایک سند بھی ہے۔ آج یہ فُل ٹائم کریئر بھی ہے۔ ہماری حکومت کی کوشش یہی ہے کہ ملک کے نوجوانوں کو کھیل کود کی جدید تربیت کے ساتھ تمام سہولتیں دی جائیں۔ خصوصاً شمال مشرق میں لاکھوں نوجوانوں کو ان کی اہلیت اور ان کی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے مرکزی حکومت نے 500 کروڑ کی لاگت سے نیشنل اسپورٹس یونیورسٹی بنانے کا فیصلہ لیا تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ اس سال جنوری سے یہاں دو کورس بھی شروع ہو چکے ہیں۔ آج جس کیمپس کا سنگ بنیاد میں نے رکھا ہے، اس کا کام پورا ہونے کے بعد یہاں کے نوجوانوں کی کھیل کود کی صلاحیت کو اجاگر کرنے، اسے تربیت دینے میں مزید آسانی ہوگی۔

حکومت ملک کو کھیل کود کے معاملے میں سپر پاور بنانے کا عہد کر کے چل رہی ہے۔ ہم نے حال ہی میں کھیلو انڈیا نام سے کھیل کود کی ترقی کیلئے ایک نیشنل پروگرام شروع کیا ہے۔ کھیلو انڈیا پروگرام کے تحت ہر سال ملک کے منتخبہ ایک ہزار باصلاحیت ایتھلیٹوں پر 5 لاکھ روپے تک خرچ کئے جائیں گے۔ میں منی پور کے نوجوانوں کو پیغام دینا چاہتا ہوں کہ اس اسکیم کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ ہمارا فوکس اسکولی سطح پر صلاحیت کی شناخت کر کے اسے نکھارنے کا بھی ہے۔ حال ہی میں اس پروگرام کے تحت دلی میں کھیلو انڈیا اسکول کھیل کود کا اہتمام کیا گیا تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ اس میں بھی منی پور نے اپنا لوہا منوایا اور تمغے حاصل کرنے کے معاملے میں 5ویں مقام پر رہا۔ منی پور نے ملک کی بڑی ریاستوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے 13 طلائی تمغوں سمیت 34 تمغے حاصل کئے۔ اس کیلئے یہاں کے نوجوانوں کو میں بہت بہت مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ صرف منی پور ہی نہیں، بلکہ شمال

مصنفہ قلم کار ہیں۔

مشرق کی بقیہ ریاستوں کے بچوں نے بھی شاندار مظاہرہ ان کھیلوں میں کیا ہے۔

آج یہاں اسپورٹس سے جڑے ایک اور بڑے پروجیکٹ کو قوم کے نام وقف کیا گیا۔ منی پور کا پہلا ملٹی اسپورٹس کمپلیکس اب یہاں کے نوجوانوں کے حوالے ہے۔ ملٹی اسپورٹس کمپلیکس میں یہاں کے نوجوان یہاں نہ صرف ٹریننگ حاصل کر پائیں گے، بلکہ اچھے ٹورنامنٹ بھی منعقد کر پائیں گے۔ منی پور ملک کی وہ ریاست ہے، جس نے کھیل کود کے توسط سے خواتین کو بااختیار بنانے کی بات کو سچ کر کے دکھایا ہے۔ یہیں کی خواتین کھلاڑیوں نے اولمپک سے لے کر، کامن ویلتھ کھیلوں تک ملک کا نام روشن کیا ہے۔ فٹبال، کشتی، باکسنگ، ویٹ لفٹنگ اور تیر اندازی جیسے کھیلوں میں اس ریاست نے میری کوم، میرا بائی چانو، بامبائلہ دیوی لیش رام اور سریتا دیوی جیسی کئی چیمپئنس دی ہیں۔ اس ریاست میں خواتین کی قوت ملک کیلئے ہمیشہ ترغیب کا باعث رہی ہے۔ آج اس موقع پر میں ایک عظیم انقلابی اور ملک کی بیٹی رانی گیدن لیو کو سلام کرتا ہوں۔ میں ان کے نام پر وقف ایک پارک کا افتتاح بھی کرنے کا اعزاز حاصل کروں گا۔

بچیوں کی تعلیم، خواتین کو بااختیار بنانے کی بنیاد ہوتی ہے۔ ابھی تھوڑے دنوں پہلے ہی مرکزی حکومت نے بیٹی بچاؤ-بیٹی پڑھاؤ پروگرام ملک گیر پیمانے پر شروع کیا ہے۔ اس پروگرام نے ملک بھر میں مثبت نتائج دیئے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ ریاستی حکومت پہاڑی اور قبائلی علاقوں میں تعلیم کے معاملے میں بچیوں کو درپیش مسائل کو حل کرنے کیلئے کام کر رہی ہے۔ ریاستی حکومت نے قبائلی علاقوں میں لڑکیوں کیلئے ایک نئے ہاسٹل کی تعمیر کا کام شروع کیا ہے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے ایسے ہی ایک ہاسٹل کا آج افتتاح کرنے کا موقع حاصل ہوا ہے۔ منی پور میں خواتین سرگرمی سے کاشتکاری سے لے کر دستکاری تک کے شعبوں میں عمل پیرا ہیں۔ ایک کُل خواتین منڈی بھی فراہم کرائی گئی ہے تاکہ خواتین کو اپنی مصنوعات فروخت کرنے میں کسی طرح کی کوئی دقت پیش نہ آئے۔ جناب برین جی کی قیادت میں منی پور کی حکومت پوری ریاست میں ایسی منڈیاں تعمیر کر رہی ہے۔ میں نے تو ابھی صرف ایک کا افتتاح کیا ہے۔ میں جناب برین جی سے گزارش کروں گا کہ وہ ریاست میں سرکاری ای-مارکیٹ پلیس کو مقبول عام بنانے کی کوشش کریں۔ یہ ایک ایسا پلیٹ فارم ہوگا، جس کے ذریعے آپ حکومت کو اپنی مصنوعات فروخت کر سکیں گے۔ منی پور کی خواتین اس سے بڑا منافع حاصل کر سکتی ہیں۔ آج میں نے اس ریاست میں ایک ہزار آنگن واڑی مراکز کا بھی افتتاح کیا ہے۔ یہ مراکز ہزاروں ماؤں اور ان کے بچوں کی صحت بہتر بنانے کے ایک ذریعے کے طور پر کام کریں گے۔ یوم خواتین کے موقع پر انہیں حال ہی میں شروع کئے گئے قومی تغذیہ مشن کا بھی فائدہ حاصل ہوگا۔ اس مشن کا مقصد یہ ہے کہ تغذیہ بخش غذا، صفائی ستھرائی اور ٹیکہ کاری کے سلسلے میں نشان زد طریقہ کار اپنایا جائے۔

ڈاکٹر، اساتذہ اور نرسیں، جو پہاڑی علاقوں کے دور دراز علاقوں میں تعینات کئے جاتے ہیں، انہیں اپنے تعیناتی کے مقام پر معقول رہائش نہ دستیاب ہونے کی وجہ سے متعدد مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کیلئے میں نے اساتذہ، ڈاکٹروں اور نرسوں کیلئے دور دراز علاقوں میں 19 مخصوص مقامات پر رہائش گاہوں کی تعمیر کیلئے سنگ بنیاد رکھا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اس قدم سے طبی پیشہ وران ان علاقوں کے عوام کیلئے اپنی خدمات فراہم کرانے کی ترغیب حاصل کریں گے۔

شمال مشرق کیلئے ہماری حکومت کا تصوراتی خاکہ 'تبدیلی بذریعہ نقل و حمل' ہے۔ ہماری توجہ اس بات پر مرکوز ہے کہ رابطہ کاری کس طرح بڑھائی جائے۔ منی پور کے دور دراز کے علاقوں کو ہیلی کاپٹر خدمات کے ذریعہ مربوط کرنے کیلئے بھی کام جاری ہے۔ حکومت مختلف سڑک پروجیکٹوں پر بھی کام کر رہی ہے۔ میں نے ایک اہم روڈ پروجیکٹ کا آج سنگ بنیاد رکھا ہے۔ منی پور کے پاس سیاحت کے شعبے میں پیش کرنے کیلئے بہت کچھ ہے۔ جنگلات اور جنگلی جانور، نیلے پہاڑ، ہری بھری وادیاں، خوبصورت چائے باغان اور گوناگوں ثقافت، اس خطے کے اعلیٰ تعلیم یافتہ انگریزی بولنے والے نوجوان، منی پور کی ترقی کو یقینی بنانے کیلئے بہت کافی ہیں اور اسے ایک نمونہ سیاحتی منزل بنایا جا سکتا ہے۔ اگر اسے اچھے طریقے سے بروئے کار لایا جائے، تو یہ شعبہ اس خطے میں سب سے بڑے آجر کے طور پر ابھر سکتا ہے۔ میں نے چراؤ چنگ میں، جو امپھال کے نزدیک ایک مشہور پہاڑ ہے، ایکو سیاحت کا سنگ بنیاد بھی رکھا ہے۔ گچھا پر مشتمل سیاحت پروجیکٹ کا سنگ بنیاد بھی رکھا گیا ہے۔ میں نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ بھارت کی ترقی کی کہانی اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی، جب تک ملک کا مشرقی حصہ اسی مقدار میں ترقی نہ کرے، جیسا کہ مغربی حصے نے کی ہے۔ شمال مشرق بھارت کی نمو کا نیا انجن ثابت ہوسکتا ہے۔ ہم شمال مشرقی خطے کی خصوصی ضروریات کی تکمیل اس انداز میں کر رہے ہیں کہ یہاں کی نمو بقیہ ملک کی شرح نمو کے مساوی آ جائے۔ مختلف وزارتیں، شمال مشرق کیلئے ان جاری اسکیموں کے تحت خصوصی پیکج فراہم کر رہی ہیں۔ تمام مرکزی وزارتوں کیلئے یہ بات لازم قرار دی گئی ہے کہ وہ اپنے بجٹ کا 10 فیصد حصہ اس خطے میں خرچ کریں اور اس استحقاق کے پورے استعمال کو یقینی بنانا میری حکومت کی کوشش ہے۔ میں نے اپنے کابینی رفقاء کیلئے یہ امر بھی لازم قرار دیا ہے کہ وہ باعدگی سے اس خطے کا دورہ کیا کریں اور اسکیموں کے مؤثر نفاذ کیلئے ان کا جائزہ لیا کریں۔ تا حال 200 سے زائد ایسے دورے مرکزی وزراء کے ذریعے کئے جا چکے ہیں۔ وزیراعظم نے کہا کہ میں نے گزشتہ 4 برسوں کے دوران 25 بار سے زائد شمال مشرق کا دورہ کیا ہے۔ مرکزی حکومت نے اس خطے میں بنیادی ڈھانچے کی حالت بہتر بنانے کیلئے بہت زور دیا ہے۔ گزشتہ 3 برسوں کے دوران اوسطاً 5300 کروڑ روپے کی رقم شمال مشرقی خطے میں ریل نیٹ ورک کی ترقی کیلئے سالانہ بنیادوں پر خرچ کی گئی ہے، جو گزشتہ 5 برسوں کے مقابلے میں اوسطاً ڈھائی گنا ہے۔ منی پور میں جیری بام اسٹیشن کو بڑی ریل لائن نیٹ ورک کے ذریعے 2016 میں مربوط کر دیا گیا تھا۔ میں نے جیری بام کیلئے پہلی مسافر ریل گاڑی کو مئی 2016 میں جھنڈی دکھا کر رخصت کیا تھا۔ آج شمال مشرقی خطے کی 8 ریاستوں میں سے 7 ریاستیں ریل نیٹ ورک سے مربوط ہیں۔ ایسے پروجیکٹ جاری ہیں، جن کے ذریعے شمال مشرق میں امپھال سمیت بقیہ تمام ریاستی راجدھانیوں کو بڑی ریل لائن نیٹ ورک سے مربوط کیا جا رہا ہے۔ دنیا کے سب سے بلند ترین پلوں میں سے ستونوں پر تعمیر ہونے والا ایک پُل، جس کی بلندی 141 میٹر ہے۔ جیری بام-امپھال نیو لائن پروجیکٹ کے تحت تعمیر کیا جا رہا ہے۔ 11.55 کلومیٹر طوالت کی ایک سُرنگ اسی راستے پر اس پروجیکٹ کے تحت تعمیر کی جائے گی، جو دوسرا سنگ میل ہوگا۔ 2014 کے آغاز میں ریاست میں صرف 1200 کلومیٹر طویل اعلان شدہ قومی شاہراہیں تھیں۔ تاہم گزشتہ 4 برسوں کے دوران ہم نے دیگر 460 کلومیٹر طویل

سڑکوں کو قومی شاہراہوں کے طور پر اعلان کیا ہے۔ یہ 38 فیصد کا اضافہ ہے۔ آئندہ تین- چار برسوں میں مرکزی حکومت قومی شاہراہوں کی ترقی اور ریاست منی پور میں دیگر اہم سڑکوں کی ترقی کیلئے تقریباً 30 ہزار کروڑ روپے کی سرمایہ کاری کرنے جارہی ہے۔

قومی شاہراہوں کی تعمیر کے علاوہ ہم دیہی بستیوں کو وزیراعظم کی گرامین سڑک اسکیم کے تحت اہم سڑکوں سے مربوط کرنے پر توجہ مرکوز کر رہے ہیں۔ مرکزی حکومت نے گزشتہ 4 برسوں کے دوران ایک ہزار کروڑ روپے سے زائد رقم ریاست کو اس اسکیم کے تحت جاری کیئے ہیں۔ ہم نے اس مدت کے دوران 150 بستیوں کو مربوط کیا ہے۔ یہ تمام تر کوششیں ریاست میں سڑک رابطہ کاری کو فروغ دینے کی ہمارے عہد بندگی کا مظہر ہیں۔ مرکزی حکومت نے شمال مشرقی خصوصی بنیادی ڈھانچہ ترقیاتی اسکیم نام کی ایک نئی مرکزی شعبے کی اسکیم کو منظوری دی ہے۔ یہ اسکیم مخصوص شعبوں میں بنیادی ڈھانچے کی فراہمی کے معاملے میں واقع فاصلوں کو ختم کردے گی۔

میں نے 2014 کی سالانہ کانفرنس کے دوران گواہاٹی میں تمام پولیس ڈائرکٹر جنرل حضرات سے کہا تھا کہ وہ پولیس بھرتی کی بنیاد کو وسیع بنائیں۔ اسی لحاظ سے دلی پولیس کا کاسموپولیٹن (سب کی شمولیت پر مبنی) کردار برقرار رکھنے کیلئے ہم نے اقدامات کیئے ہیں تاکہ شمال مشرقی خطے سے بھی پولیس عملے کی بھرتی کی جائے۔ مجھے خوشی ہے کہ شمال مشرقی ریاستوں سے 136 خواتین امیدواران سمیت 438 امیدواران نے 2016 میں دلی پولیس میں شمولیت اختیار کی ہے۔ ان میں سے 49 امیدواران کا تعلق ریاست منی پور سے ہے۔

حال ہی میں حکومت ہند نے شمال مشرقی ریاستوں کیلئے 10 انڈیا ریزرو بٹالینیں منظور کی ہیں، جن میں منی پور کیلئے 2 بٹالینیں شامل ہیں۔ یہ دونوں بٹالینیں ریاست میں تقریباً 2000 نوجوانوں کو روزگار کے مواقع فراہم کریں گی۔ ہم نے ایسی انتظامیہ تشکیل دی ہے، جو شہریوں پر مرتکز ہیاور ہم نے عوام کے ساتھ باقاعدگی سے منظّم گفت وشنید کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ منی پور کی تاریخ میں ایسی رابطہ کاری کا پتہ نہیں ملتا۔ '' میاںگی نومت '' اور 'ہل لیڈرس ڈے' اس سمت میں کی گئی کوششیں ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ایسی 24 رابطہ کاری پر مبنی گفت وشنید، عمل میں آئی ہے، جس کے تحت 19 ہزار لوگوں نے وزیراعلیٰ سے ملاقات کی۔ مجھے بتایا گیا کہ ریاستی حکومت عوامی شکایات کو بڑی سنجیدگی سے لیتی ہے۔ وزیراعلیٰ کے دفتر میں محصول سے مبرا نمبر والا ٹیلی فون پر مبنی شکایات ازالہ شعبہ بھی فراہم کرایا گیا ہے۔ حکومت کی 'گوٹو ہلس' پہلی قدمی خیر مقدم کے لائق ہے۔ وزیراعلیٰ نے اپنی پوری کابینہ کے ساتھ تمام پہاڑی اضلاع کا سفر کیا ہے تاکہ حکومت کو عوام کے نزدیک لایا جاسکے۔ ایک مرتبہ منی پور کوئی فیصلہ کر لیتا ہے، تو اسے عملی جامہ پہنانے سے کوئی طاقت باز نہیں رکھ سکتی۔ اپریل 1944 میں منی پور کی اسی سرزمین سے نیتا جی بوس کی آئی این اے نے آزادی کیلئے واضح نعرہ دیا تھا۔ اس نے ملک کو توانائی سے بھر دیا تھا اور جدو جہد آزادی کو ازحد درکار قوت عطا کی تھی۔ آج منی پور نے فیصلہ کیا ہے کہ نیو انڈیا کی تعمیر میں ایک اہم کردار ادا کیا جائے۔ گزشتہ ایک برس کے دوران منی پور نے یہ بات کر دکھائی ہے کہ ترقیات اور اچھی حکمرانی کی سیاست کیا ہوتی ہے۔ ایک سال پہلے، جو پیار آپ نے ہمیں دیا، اس کا نتیجہ ہے کہ آج ہم یہ سب کام کر پا رہا ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ عالی جناب این برین سنگھ جی کی ٹیم کو میری جانب سے پورا تعاوٗن ملتا رہیگا۔ ایک بار پھر میں ریاستی حکومت کو ایک برس مکمل کرنے کی، ریاست کے عوام کو خصوصاً یہاں کے نوجوانوں کو نمو کی ان اسکیموں کیلئے میں بہت بہت مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ وزیراعظم کی تقریر سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شمال مشرق میں اب ترقی کا عمل تیز تر ہوگیا ہے اور آئندہ دنوں میں اسے مزید رفتار ملے گی۔

چرخے سے کپڑا بنا اس ریاست کی اہم صنعت ہے۔ منی پور میں یہ صنعت برسوں سے پھل پھول رہی ہے۔ اب ریاست میں اس صنعت نے بیروزگاری ختم کردی ہے۔ خاص کر گھریلو خواتین تو اس صنعت سے کافی فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ یہ عورتیں چرخوں سے ساڑھی، چادر، تکیے، پردے، فیشن والے کپڑے وغیرہ بناتی ہیں۔ منی پوری کپڑوں کی بین ریاستی اور بین الاقوامی منڈیوں میں بے حد مانگ ہے۔ تین سرکاری ایجنسیاں جو ہتھ کرگھا کے کام میں مصروف ہیں وہ ہیں منی پور ڈیولپمنٹ سوسائٹی، منی پور ہینڈلوم اینڈ ہینڈی کرافٹ ڈیولپمنٹ کارپوریشن، منی پور اسٹیٹ ہیڈلوم ویورس کوآپریٹو سوسائٹی۔ دست کاری کے میدان میں منی پور کا اپنا ایک الگ مقام ہے۔ اس کے تحت وہ بید اور بانس سے بنی اشیاء کے ساتھ ساتھ مٹی کے برتن بنانے میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ منی پور میں مٹی کے برتن بنانے کی شیلی کافی پرانی ہے۔ پٹ سن کپاس کے بعد ہندوستان میں پیدا کردہ دوسرا سب سے زیادہ اہم قدرتی ریشہ ہے۔ پٹ سن متعدد سماجی، اقتصادی اور ماحولیاتی فوائد کی حامل ہے۔ یہ ایک قدرتی حیاتیاتی قابل منتقل ریشہ ہے جو متعدد استعمالات میں پلاسٹک کی وجہ سے پیدا ہونے والی آلودگی کا بدل ہوسکتا ہے۔ زراعت کے محاذ پر یہ نسبتاً زیادہ بارشوں والے علاقوں میں جہاں دیگر نقد فصلیں اگانا مشکل ہے، نشیب میں واقع زمین میں کاشت کرنے والے کسانوں کو اضافی آمدنی فراہم کرتی ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ تقریباً 40 لاکھ کسانوں کو پٹ سن کی کاشت کرنے کے کام میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس ریشے کی پروسیسنگ اور پٹ سن کے اشیاء تیار کرنے کے کام میں مزید 3.5 لاکھ ورک فورس کو لگایا جاتا ہے۔ متوقع طور سے پٹ سن زراعت اور صنعت دونوں شعبوں کا احاطہ کرنے والی مشرقی اور شمال مشرقی ریاستوں کی معیشت میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔

گزشتہ برسوں میں راجیو گاندھی شلپی سواستھ بیمہ یوجنا تجرباتی طور پر شروع کی گئی تھی جو گیارہویں اور بارہویں پنج سالہ منصوبے تک جاری رہی۔ اس اسکیم کا مقصد دست کاری کے سیکٹر میں کام کرنے والے دست کاروں اور فن کاروں کو طبی سہولتیں دستیاب کرانا تھا۔ فن کاروں کو اپنے اندراج کے لئے صرف 30 روپے کی ادائیگی کرنی تھی جب کہ اسکیم کے اخراجات کا 75 فی صد حکومت ہند کو برداشت کرنا تھا اور باقی کا 25 فی صد اخراجات کی ادائیگی ریاستی حکومتوں کی ذمہ داری تھی۔ جموں وکشمیر کے ساتھ ساتھ شمال مشرقی ریاستوں کے معاملے میں اسکیم کے پریمیم کا 90 فی صد حکومت ہند ادا کرتی ہے۔

حکومت کے متعدد ترقیاتی اقدامات کے نتیجے میں شمال مشرق کے لوگوں کی دوسری ریاستوں میں ہجرت میں کمی آئی ہے۔ یہ علاقہ چوں کہ ترقیاتی وسائل سے مالا مال ہے، اس لئے اس کو بہتر ڈھنگ استعمال کرنے کی ضرورت ہے کیوں کہ شمال مشرق کی ترقی سے یہاں کے لوگوں میں خود اعتمادی بڑھے گی اور لوگ تخریبی سرگرمیوں میں شامل ہونے سے پرہیز کریں گے۔ اب شمال مشرق کا ترقیاتی دور شروع ہوچکا ہے۔ یہاں شاہراہوں کی تعمیر کا سلسلہ بھی جاری ہے جو ریاست کو دوسری ریاست سے جوڑنے میں معاون ہوگی۔ اس سے ترقی کا سلسلہ مزید تیزی سے آگے بڑھے گا۔

☆☆☆

بڑھتے قدم

صدر جمہوریہ کا یونیورسٹی آف انتاناناریئو کے طلبہ، اساتذہ اور تعلیمی برادری سے خطاب

☆ صدر جمہوریہ ہند رام ناتھ کووند نے موریشس اور مڈغاسکر کا اپنا سرکاری دورہ مکمل کرنے سے پہلے 15 مارچ 2018 کو مڈغاسکر میں یونیورسٹی آف انتاناناریئو کے طلبہ، اساتذہ اور تعلیمی برادری سے خطاب کیا۔

صدر جمہوریہ نے کہا کہ مڈغاسکر اور ہندوستان کے تعلقات ایک ایسی تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں، جو یکساں تجربات سے عبارت ہے۔ صدر جمہوریہ نے کہا کہ مڈغاسکر اور ہندوستان کے درمیان فاصلہ زیادہ ہوسکتا ہے، لیکن کئی معنوں میں ہم دونوں پڑوسی ہیں۔ بحر ہند کا پانی دونوں ملکوں کے ساحلوں کو چھوتا ہے۔ اس زبردست سمندر کے سلسلے میں امیدیں، مواقع، تشویشات اور چیلنج ہمیں ایک دوسرے کا ساتھی بنا دیتے ہیں۔ انٹرنیشنل سی بیڈ اتھارٹی کے مطابق دونوں ملکوں کے زیر سمندر تلاش کے خطے ایک دوسرے سے بے حد قریب ہیں۔

صدر کووند نے کہا کہ ایک خوشحال، شمولیت والی اور دیر پا دنیا کے ہمارے یکساں مقصد نے دونوں ملکوں کو باہمی اور ہمہ قومی فورموں میں ایک دوسرے کا حامی بنا دیا ہے۔ نئی دہلی میں حال ہی میں انٹرنیشنل سولر الائنس (آئی ایس اے) کی پہلی چوٹی کانفرنس میں مڈغاسکر نے ایک نمایاں شراکت دار کے طور پر حصہ لیا۔ مڈغاسکر آب و ہوا کی تبدیلی کے خطرات اور حیاتیاتی ایندھن سے قابل تجدید اور خاص طور پر شمسی توانائی کی طرف بڑھنے کو بہت سوں سے بہتر طریقے پر سمجھتا ہے۔

آئی ایس اے ممبر کے طور پر مڈغاسکر شمسی توانائی کے آزمائشی پروجیکٹ سے فائدہ اٹھائے گا، جو ہندوستان کے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سولر انرجی کے ذریعے تیار کیا جائے گا۔

صدر جمہوریہ نے کہا کہ مڈغاسکر اور ہندوستان دونوں نوجوان ملک ہیں، جنہوں نے اپنی قسمت تبدیل کرنے کا عزم کر رکھا ہے اور وہ اس کیلئے کوشش کر رہے ہیں۔ دونوں ملکوں کے نوجوان ایک ہی جیسے خواب دیکھتے ہیں۔ ہمیں ان خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے کیلئے مل کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بات بڑی بروقت ہے کہ مڈغاسکر اور ہندوستان کے تعلقات کی بنیاد تعلیم میں تعاون ہے۔

ہندوستان مختلف زمروں میں مڈغاسکر کے طلبہ کو اعلیٰ تعلیمی وظائف فراہم کرتا ہے۔ ان زمروں میں انڈین ٹیکنیکل اینڈ اکنامک کوآپریشن پروگرام، انڈیا-افریقہ فورم سمٹ انسٹیٹیو اور سی وی رمن فیلوشپ شامل ہیں۔ اب تک مڈغاسکر کے 355 لڑکوں اور لڑکیوں نے ان وظیفوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ہم اس سلسلے میں مزید طلبہ کا خیر مقدم کرنے کیلئے تیار ہیں۔

صدر جمہوریہ نے کہا کہ مڈغاسکر کے نوجوان اس ملک کا مستقبل ہیں اور ہندوستان کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر وہ 21ویں صدی کیلئے ایک بہتر دنیا کی تعمیر میں مدد کریں گے۔ مڈغاسکر کے لوگوں کا ہندوستان میں ہمیشہ پُرجوش خیر مقدم کیا جائے گا، خواہ وہ طلبہ کی حیثیت سے آئیں، سیاحوں کے طور پر آئیں یا کاروباری افراد کی شکل میں آئیں۔ ہندوستان میں بے حد مواقع ہیں، لیکن یہ مواقع صرف ہمارے لئے ہیں۔ ہم مڈغاسکر میں اپنے دوستوں کو ان مواقع میں حصہ دار بنانا چاہتے ہیں۔

صدر جمہوریہ نے کہا کہ ہمارا بنیادی یکساں وسیلہ یقینی طور پر سمندر ہے۔ پانی کا ایک وسیع رقبہ، جس کے اندر بہت سے خزانے ہیں، بڑی امیدیں ہیں اور بعض اوقات چھپے ہوئے چیلنج بھی ہیں۔ ہمیں سمندر میں تلاش کرنے کی ضرورت ہے اور ہمیں اس سلسلے میں مڈغاسکر سے ماہی گیری برادریوں کی مدد کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں سمندری سکیورٹی اور ماحولیاتی گراوٹ کے خلاف اقدامات کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے اور ان سب سے زیادہ یہ کہ ہمیں انسانی جانوں کے اتلاف کیلئے اور سمندر کی نا قابل یقین صورتحال کیلئے بھی تیار رہنا چاہئے۔ مڈغاسکر اور ہندوستان کی بحری فوجیں ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں اور ہندوستانی جہازوں نے مڈغاسکر کے کئی دوستانہ دورے کئے ہیں۔

اس سے قبل صدر جمہوریہ نے ہندوستان-مڈغاسکر کاروباری فورم کے افراد سے بات چیت کی اور ان پر زور دیا کہ وہ تجارتی اور کاروباری مواقع میں اضافہ کریں۔ بدھ کے دن یعنی 14 مارچ 2018 کو دونوں ملکوں کے صدور کے زیر قیادت وفد کی سطح کی بات چیت میں ہندوستان نے مڈغاسکر کو زراعت اور مشینوں وغیرہ کیلئے 80.7 ملین امریکی ڈالر کی قرضے کی پیشکش کی۔

بدھ کی شام کو صدر نے انتاناناریو میں ہندوستانی برادری کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ میں شرکت کی۔ ہندوستانی برادری سے خطاب کرتے ہوئے، جس کی تاریخ 2 صدیوں سے بھی زیادہ پرانی ہے، صدر جمہوریہ نے کہا کہ ہم مڈغاسکر میں ایک نیا سفر شروع کر رہے ہیں، جس میں ہندوستانی برادری کو مڈغاسکر کے لوگوں کے ساتھ تعلقات کے قیام اور انہیں آگے بڑھانے میں ایک اہم رول ادا کرنا ہے۔ ہندوستان اور مڈغاسکر دونوں ایک جیسے سیاسی اور اقتصادی سماجی اتار چڑھاؤ سے دو چار ہوئے ہیں اور ہمیں ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھنا سکھانا ہے۔

صدر جمہوریہ نے کہا کہ ہندوستان نژاد افراد پر اور ان کی کامیابیوں پر فخر کرتا ہے۔ یہ لوگ صحیح معنیٰ میں ہندوستان کے سفیر ہیں کیوں کہ یہ اپنے نئے ملک کی روایات کے ساتھ ساتھ اپنی ہندوستانیت کو پروان چڑھاتے ہیں اور اسے برقرار رکھتے ہیں۔ ہندوستان کی حکومت نے ہندوستان نژاد افراد کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لئے متعدد اقدامات کئے ہیں۔ انہوں نے ہندوستانی برادری کے ارکان پر زور دیا کہ وہ ہندوستان میں آنے والی تبدیلیوں سے فائدہ اٹھائیں۔ انہوں نے کہا کہ اس سے نہ صرف ان کیلئے نئے مواقعوں کی تشکیل میں مدد ملے گی بلکہ ایسا کرنا ہندوستان-مڈغاسکر تعلقات کیلئے بھی مفید ثابت ہوگا۔

☆☆☆